
پانچواں موسم
ہاشم علی خان ہمدمؔ

بسم الله الرحمن الرحيم

پانچواں موسم

دوسرا مجموعۂ کلام

ہاشم علی خان ہمدمؔ

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

تعارف

نام : ہاشم علی خان ہمدمؔ

تاریخِ پیدائش : ۷ر جولائی ۱۹۷۳ء

تعلیم : ایم اے اردو، ایم اے انگریزی، بی ایڈ (پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

جائے پیدائش : خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک

پیشہ : درس و تدریس

سرکاری ملازمت : اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ

ادبی خدمات : بانی و منتظم موج غزل ادبی فورم (فیس بک)

اصنافِ سخن : حمد، نعت، غزل، نظم، سلام، منقبت، طنز و مزاح

تصانیف : ۱۔ موجِ کرم (حمد و نعت)

۲۔ پانچواں موسم (غزلیات)

۳۔ آئینہ سچ بولتا ہے (غزلیات)

۴۔ موج غزل (طرحی غزلیات)

۵۔ محبت کی زباں (طرحی غزلیات)

۶۔دھوپ کی دیوار (طرحی غزلیات)

۷۔چراغِ فکر (طرحی غزلیات)

۸۔جہانِ خواب (طرحی غزلیات)

۹۔چشمِ تماشا (طرحی غزلیات)

۱۰۔سراب سے آگے (طرحی غزلیات)

۱۱۔تیسرے کنارے پر (طرحی غزلیات)

۱۲۔نمودِ سحر (طرحی غزلیات)

۱۳۔آدھا سفر (طرحی غزلیات)

۱۴۔دم (منتخب دیوان)

۱۵۔آخری چراغ (غزلیات)

۱۶۔طرحی غزلیات (زیرِ طبع)

۱۷۔نظموں کا مجموعہ (زیرِ طبع)

۱۸۔نعتیہ نظموں کا مجموعہ (زیرِ طبع)

۱۹۔نعتیہ مجموعہ (زیرِ طبع)

۲۰۔مزاحیہ کلام (زیرِ طبع)

پتہ : خودہ شریف، تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک۔

فون نمبر : 0311-5509555

انتساب

اُس کے نام

جو مجھے

شعورِ سخن

دے گیا

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام پانچواں موسم۔

شاعر ہاشم علی خان ہمدمؔ۔

وضاحت یہ ہاشم علی خان ہمدم کے غزلوں پر مبنی کلام کا پہلا اور مجموعی طور پر ابتک کا دوسرا مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

صفحات ۱۹۱

سالِ اشاعت ۲۰۲۳ء

ہدیہ دُعائیں۔

پبلشر مکتبۂ ارمغانِ ابتسام، اسلام آباد۔

برقی ڈاک itshamdam@gmail.com

فہرست

ریشرس

پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو جمادات و نباتات کی خصوصیات کے ساتھ سماجی حیوان کا درجہ دیا اور عقل و شعور عطا کرتے ہوئے تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ مرے شعور کی آبیاری والدین اور اساتذہ کے مرہون منت ہے۔ تعلیمی میدان میں پہلا قدم سات سال کی عمر میں رکھا تو اردو قاعدہ اور اردو کی پہلی کتاب کے ساتھ ساتھ ہمدرد فاؤنڈیشن کی شائع کردہ اردو کی پہلی کتاب (اضافی) پڑھنا سیکھ لی۔ اردو پڑھنا کیا سیکھا۔ استادِ محترم کی ڈانٹ سے دائیں ہاتھ سے لکھنا سیکھ لیا۔ گھر اور محلے کی دیواروں پر بائیں ہاتھ سے لکھنا پہلے ہی سیکھ چکا تھا۔ شعورِ سخن کا آغاز شاملِ نصاب نظموں کو ترنم اور لہک لہک کر پڑھنے سے ہوا۔ قد آور لائق طالب علم اور مانیٹر ہونے کی حیثیت سے سکول لائبریری تک رسائی آسانی سے ہوئی تو نظم خوانی کے شوق میں نظر انتخاب صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی لکھی گئی کتاب ''لال بجھکڑ'' پر پڑھی۔ لال بجھکڑ کا کردار اور صوفی تبسم کی پیاری پیاری نظموں نے شعر پڑھنے کا سلیقہ عطا کیا۔ پرائمری سکول میں کتب بینی کا شوق اتنا بڑھا کہ سکول لائبریری کی بیشتر کتب پڑھ ڈالیں۔ جنوں پریوں کی کہانیاں، ٹوٹ بٹوٹ کی نظمیں، تاریخی، مذہبی، سماجی، معلوماتی اور مزاحیہ کتب زیر مطالعہ رہیں۔ خطرناک کہانی ''بید کی کہانی'' پڑھنے کے بعد بخار میں مبتلا ہوا۔ شیخ سعدی کی ''بوستان و گلستان'' اور مسدس حالی سے فکری آشنائی ہوئی۔ مولوی نذیر احمد کے ناول اگرچہ سمجھ سے بالاتر تھے مگر پڑھ

ڈالے۔ مرحوم صدیق سالک کی کتاب ''مردِ حق'' اور اپنے استادِ محترم کی تعویذات و عملیات پر مشتمل کتاب پڑھنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اندازاً سو کے قریب کتب پڑھنا میرے بچپن کا کارنامہ ہے۔ ہائی سکول میں جبری طور پر کتب سے دور رکھا گیا۔ موقع ملتے ہی ہائی سکول لائبریری میں بند الماریوں میں کتب کا نظارہ کر لیا کرتا تھا۔ چند کتب ہی پڑھنے میں کامیاب ہوا۔

شعور کے سفر میں کتاب سے تعلق نے رسائل و جرائد اور اخبارات سے آشنا کیا تو بچوں کے صفحات سے اقوالِ زریں، اشعار اور لطائف کاٹ کر اپنی نوٹ بک میں محفوظ کرنا مشغلہ ٹھہرا۔ یوں شعر خوانی کا سفر جاری رہا جس نے لاشعوری طور پر شعر کے وزن سے آشنا کیا۔ سکول دور میں ہی بے وزن اشعار پڑھتے ہوئے زبان رک جاتی تھی۔ میٹرک میں میرے اردو کے استاد میاں محمد صاحب رہے جو معروف شاعر عارف سیمابی کے والد گرامی اور رؤف امیر کے عزیز ہیں۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی توجہ سے ادبی ذوق میں اضافہ ہوتا گیا۔ اقبال کے اشعار پر مشتمل ڈائری لکھنے کا شوق اسی دور میں ہوا۔

کالج دور جوانی کی امنگوں سے بھرپور سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ میں قدرے شرمیلا اور کم گو نوجوان رہا مگر ادب سے دلچسپی نے لائبریری سے رابطہ بحال کر دیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج اٹک میں اردو کے عظیم استاد پروفیسر انور جلال کے بلند آہنگ اور خوب صورت لہجے نے اردو سے محبت کو مہمیز کیا۔ تک بندی سے شاعری کا آغاز کیا۔ پہلی غزل کا پہلا باقاعدہ شعر جو محفوظ ہے وہ یوں تھا ؎

دِل کا یہ در کھلا ہے در آئے کوئی کیسے
خوابوں کے اس چمن کو مہکائے کوئی کیسے

اِسی دوران دوستوں نے تخلص ہمدم تجویز کیا۔ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج راول پنڈی میں پروفیسر فریاد حسین ترمذی کی راہ نمائی میں بیت بازی کے کئی مقابلے جیتے اور عروض

کے بنیادی رموز سیکھے۔ کالج میگزین میں پہلی مزاحیہ نظم شائع ہوئی۔ اور نوائے وقت اور دیگر اخبارات میں غزلیں شائع ہونے پر روحانی خوشی حاصل ہوئی۔ اسی دوران ادبی دوستوں سے تعارف ہوا اور مضافات میں ہونے کی وجہ سے یہ ادبی قربت زیادہ تر خط و کتابت تک محدود رہی۔

عملی زندگی کا آغاز سی بی سکول کامرہ کینٹ سے کیا۔ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ۱۹۹۸ء میں بی اے، ۲۰۰۰ء میں ایم اے اردو، ۲۰۰۲ء میں بی ایڈ اور ۲۰۱۰ء میں انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ پیشہ ورانہ تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری رہی۔ سکول، کالج اور تربیت اساتذہ کے اداروں میں درس وتدریس کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

اٹک، حسن ابدال، واہ، ٹیکسلا، راول پنڈی کی ادبی تنظیموں سے وابستگی رہی۔ راکب محمود راجا بہترین شاعر دوست ہیں۔ ادبی دوستوں کی فہرست بہت طویل ہے جو فیس بک کے ناطے پوری دنیا تک محیط ہے۔ میں اس ادب دوستی کو اپنے لیے اعزاز سمجھتا ہوں۔

میرے پسندیدہ شعرا میں میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، فیضؔ، فرازؔ، ناصرؔ، محسنؔ، جونؔ ایلیا، جمالؔ احسانی، احمدؔ مشتاق اور ظفرؔ اقبال شامل ہیں۔

پانچواں موسم میرے لیے پر کشش رہا۔ عام روش سے ہٹ کر سوچنے کے عمل میں دریائے زیست کے تیسرے کنارے، تصویر کے تیسرے رخ، موسیقی کے آٹھویں سر، پس آئنہ دوسرے آدمی سے آٹھویں آسمان تک روشناس ہوتے ہوئے روشنی کے آٹھویں رنگ سے سجا پانچواں موسم محبت اور آگہی کا حسین موسم ہے۔

میرے خیال میں ادب زندگی کا نمائندہ ہونا چاہیے۔ جس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ اس انداز میں کیا جائے کہ ادبی فن پارہ اپنے تکنیکی، فنی، لسانی، سماجی اور آفاقی

کردار کو نبھاتے ہوئے دل میں اتر جائے۔مثبت رویوں کا فروغ ادبی طرہ ءامتیاز ہونا چاہیے۔مایوسی اور منفی سوچ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اچھے اور خوب صورت لہجے میں پاکیزہ ، اعلیٰ اور ارفع خیالات کا اظہار یہ ہی میرے نزدیک خوب صورت ادب ہے۔ آفاقی محبت ،فطرت سے لگاؤ،خلوص اور انسان دوستی ،امن اور اخوت کا پہلو ادب میں نمایاں رہنا چاہیے۔

زیرِ نظر شعری مجموعہ ابتدائی دور کی غزلیات پر مشتمل ہے جس کا مسودہ ۲۰۰۷ء میں تیار کیا مگر بوجوہ اشاعت نہ ہوسکی۔فیس بک پر ادبی سرگرمیوں میں مصروفیت کے باوجود یہ خواہش رہی کہ میرا کلام شائع ہونا چاہیے۔ پانچویں موسم سے دلی وابستگی کے باعث پہلے شعری مجموعے کا نام آج سے پچیس سال پہلے سوچ چکا تھا جسے بدلنا مناسب نہیں سمجھتا۔ چند سال پہلے مسودات کی تیاری شروع کی اور ابتدائی طور پر برقی صورت میں اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔اس سلسلہ میں نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بیناؔ صاحبہ اور مظہر حسین سیّد کا بے مثال تعاون حاصل ہے جنھوں نے اس خوبصورت برقی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس ادبی سفر میں ہمیں کامیاب اور بامراد فرمائے ،آمین۔

ہاشم علی خان ہمدمؔ

۲۵ جولائی ۲۰۲۳ء

صریرِ قلب سے لکھا ہے پانچواں موسم
مرے خیال میں رہتا ہے پانچواں موسم

مرے شعور میں نفرت نہیں محبت ہے
مرے خمیر نے پایا ہے پانچواں موسم

تمھارے شہر کا موسم مجھے نہیں معلوم
مرے مزاج بدلتا ہے پانچواں موسم

بہار ہو کہ خزاں ہو سبھی بدلتے ہیں
ہر ایک دل پہ گزرتا ہے پانچواں موسم

نئے سُروں کے ترنم میں بات کرتا ہوں
مرے سخن کا حوالہ ہے پانچواں موسم

پون پون میں صدائے بہار ہے ہمدمؔ
مرے بھی دِل میں دھڑکتا ہے پانچواں موسم

☆

کھلے ہیں پھول، خوشبو کے بکھر جانے کا موسم ہے
چلے آؤ کہ فصلِ گل اتر جانے کا موسم ہے

وفا کے موڑ پر جب بھی ترا نقشِ قدم دیکھا
تری راہوں سے پوچھا ہے کدھر جانے کا موسم ہے؟

مری آوارگی جب بھی ستاروں تک پہنچتی ہے
میں اکثر بھول جاتا ہوں کہ گھر جانے کا موسم ہے

کئی دِن سے مرے سپنے بھی گہری نیند سوئے ہیں
یہی محسوس ہوتا ہے کہ مر جانے کا موسم ہے

مرے احساس میں غم کی سلگتی دھوپ ہے لیکن!
تری پلکوں کی چھاؤں میں ٹھہر جانے کا موسم ہے

محبت بھی تعلق ہے، تعلق پر بھروسہ کیا؟
اندھیری رات میں خود سے بھی ڈر جانے کا موسم ہے

سفر پر خار ہے لیکن وفورِ شوق کہتا ہے
صدائے نغمۂ گل پر ٹھہر جانے کا موسم ہے

چلو پھر روٹھ جاتے ہیں کسی کی یاد سے ہم بھی
شناساؤں سے بن بولے گزر جانے کا موسم ہے

تری سلجھی ہوئی زلفیں یہی پیغام دیتی ہیں
سدھر جاؤ مرے ہمدمؔ! سنور جانے کا موسم ہے

☆

آئینے سے آنکھ ملاتے ڈر لگتا ہے
اپنے آپ سے باہر آتے ڈر لگتا ہے

اپنی ذات میں ایک سمندر ہوں میں لیکن
اپنے من کی پیاس بجھاتے ڈر لگتا ہے

ہجر میں رونے پر یہ کیسی پابندی ہے؟
جلتے آنسو دل میں چھپاتے ڈر لگتا ہے

تعبیروں کے کچے دھاگے ٹوٹ رہے ہیں
جاگتی آنکھوں خواب سجاتے ڈر لگتا ہے

اپنی نظروں سے گر جانا ایک قیامت
اپنے آپ سے آنکھ چراتے ڈر لگتا ہے

پیار کا پہلا پہلا خط ہے کیا لکھوں میں
ہاتھ میں کاغذ قلم اٹھاتے ڈر لگتا ہے

پورے چاند کی راتیں ہمدمؔ ڈسنے لگی ہیں
یادوں کی تصویر بناتے ڈر لگتا ہے

☆

آنکھوں میں کٹے رات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو
تم سے ہے ملاقات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

ہم دل میں نئے خواب لیے ساتھ چلے ہیں
ہاتھوں میں لیے ہاتھ، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

آنکھوں میں دمکتے ہوئے آنسو ہیں خوشی کے
ساون ہے نہ برسات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

شوخی میں حیا بھی ہے تبسم میں ادا بھی!
جوبن پہ ہیں جذبات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

چاہت کی کسی تال پہ ہم رقص ہوئے ہیں
دل دھڑکے ہیں اک ساتھ، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

ہم جھوٹی انا بھول کے بس پیار میں گم ہیں
نفرت کو ہوئی مات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

آغاز بھی، انجام بھی، تجدید بھی ہمدمؔ
یادوں کی ہے بارات، یہ سپنا ہے کہ تم ہو

☆

اب دل کو نہ تڑپاؤ! یہی گھاؤ بہت ہے
تم آ کے چلے جاؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

احساس کے شیشے پہ بڑی چوٹ پڑی ہے
پتھر تو نہ برساؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

ملنے چلی آتی ہے مجھے ہجر کی تلخی!
تم یوں نہ قریب آؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

نظریں نہ ملا پاؤ ! زباں سے بھی نہ بولو!
چپ چاپ گزر جاؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

ماضی سے کہیں دور! بہت دور چلا ہوں!
واپس نہ مجھے لاؤ ! یہی گھاؤ بہت ہے

رسوائی کی باتوں کو سرِ عام کہو تم
دل میں نہ چھپا پاؤ ! یہی گھاؤ بہت ہے

اس درد کے ہوتے ہوئے غم اور نہیں ہے
دل پر ہے لگا گھاؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو کی چمک سے
ہونٹوں پہ ہنسی لاؤ ! یہی گھاؤ بہت ہے

ہمدمؔ کی طرح درد کی آغوش میں جاناں!
تم بھی نہ سکوں پاؤ! یہی گھاؤ بہت ہے

(ابو جی کے نام)

گھنے درخت کی مانند ایک سایا تھا
مرے وجود پہ چھایا ہوا اجالا تھا

پکڑ کے ہاتھ مرا پہلی پہلی بار اس نے
سفر کی دھوپ میں چلنا مجھے سکھایا تھا

اُسی نے اپنی دعاؤں کا حوصلہ دے کر
قدم قدم پہ مرا حوصلہ بڑھایا تھا

میں سن رہا ہوں ابھی تک کہانیاں اس کی
جو بار بار ادب کا سبق سکھاتا تھا

رُلا گیا ہے مجھے اب وہ عمر بھر کے لیے
جو میرے دل کی تسلی، مرا دلاسہ تھا

مرا وجود ادھورا ہے آج اس کے بغیر
وہ میری ذات کا حصہ ، مرا اثاثہ تھا

میں اپنے قد پہ کھڑا ہوں تو آج اس کے طفیل
وہ میری زیست کا محور، مرا سہارا تھا

میں اس کی آس پہ دریا میں کود پڑتا تھا
بھنور کے بیچ وہ میرے لیے کنارا تھا

محبتوں میں اسی کا مقام اعلیٰ ہے
وہ ماں کے ساتھ مجھے جان سے بھی پیارا تھا

اداس رت کی اسیری میں دے گیا مجھ کو
وہ مہربان! کہ تازہ ہوا کا جھونکا تھا

ابد کی نیند مرا خواب سو گیا ہمدمؔ
تھپک تھپک کے جو اکثر مجھے سلاتا تھا

☆

اندھیرے میں اجالے کی سحر کرنا ضروری ہے
دوامِ زندگی ہے ، یہ سفر کرنا ضروری ہے

وفا کے بند دروازے پہ تم دستک دیے جاؤ
مسلسل چوٹ کا آخر اثر کرنا ضروری ہے

محبت زندگی بن کر امر ہو جائے گی لیکن
کسی کے دل کی دھڑکن میں بسر کرنا ضروری ہے

خدا نے پیار کی خوشیاں تمھارے نام لکھی ہیں
خلوصِ دل سے اب ان کو امر کرنا ضروری ہے

کسی کا پیار پانا تو نبھانا عمر بھر کو تم
وفا دشوار ہوتی ہے مگر کرنا ضروری ہے

یہ دنیا دل کی دنیا ہے اسے آباد رکھنا ہے
ہوا کا رخ جدھر چاہے ادھر کرنا ضروری ہے

تمہاری جاگتی آنکھوں نے جو بھی خواب دیکھے ہیں
اُنھیں تعبیر کے زیرِ اثر کرنا ضروری ہے

کہیں پھر سے نہ کھو دینا محبت کے اثاثے کو
بڑی نایاب ہے اس کو گہر کرنا ضروری ہے

زمانہ ناشناسی میں بہت بدنام کرتا ہے
اُسے سچی محبت کی خبر کرنا ضروری ہے

کبھی اس سے جدا رہنا مسافت کا تقاضا تھا
مگر اب تو اسے زادِ سفر کرنا ضروری ہے

چمن میں پیار خوشبو کے تبسم سے جھلکتا ہے
چنانچہ موجۂ گل بھی ثمر کرنا ضروری ہے

وفا کے دشت میں بھی پھول کھلتے ہیں مگر ہمدمؔ
جگر کے خون سے مٹی کو تر کرنا ضروری ہے

☆

ہم راز ، ہم خیال بڑی دیر تک رہے
دو آئینے مثال بڑی دیر تک رہے

آدابِ گفتگو سے جو واقف نہیں تھے ہم
لہجے میں کچھ سوال بڑی دیر تک رہے

خاموشیوں کے عہد کو توڑا نہ جا سکا
آنکھوں میں کئی سال بڑی دیر تک رہے

اُلجھی رہی ہے چاندنی بادل سے رات بھر
چہرے پہ اس کے بال بڑی دیر تک رہے

کھلتے ہوئے گلاب محبت کے پھول تھے
ہونٹوں پہ کچھ گلال بڑی دیر تک رہے

بیٹھے تھے شب گزار کے دھڑکن کی میز پر
ہم محوِ عرضِ حال بڑی دیر تک رہے

کیف و سرور، قرب کے لمحے عجیب تھے
پیاسے بدن نڈھال بڑی دیر تک رہے

ایسا لگا کہ ہیں کہیں پہلے ملے ہوئے
یوں رابطے بحال بڑی دیر تک رہے

سانسوں کے سلسلے میں یہ کیسا کمال تھا
ہم دونوں باکمال بڑی دیر تک رہے

جی چاہتا یہی تھا کہ ہمدمؔ تمام رات
وہ روبرو جمال بڑی دیر تک رہے

☆

اپنی دنیا میں مست رہتا ہے
دِل بھی خواہش پرست رہتا ہے

آج کل سے اسی کا بہتر ہے
جس کے دامن میں وقت رہتا ہے

جب سے بجلی گری نشیمن پر
خالی درخت رہتا ہے

دِل سمندر سے کم نہیں لیکن
میری آنکھوں میں دشت رہتا ہے

جیت کر بھی وہ ہار جاتا ہے
جس کو خوفِ شکست رہتا ہے

کھوٹے سکّے بھی اس کے چلتے ہیں
جس کی مٹھی میں بخت رہتا ہے

کٹ بھی جاتی ہے دار پر گردن
کب کسی کا یہ تخت رہتا ہے

جب بھی ظالم کی بات کرتا ہوں
میرا لہجہ کرخت رہتا ہے

نرم مٹی سے جو نکلتا ہے
وہ شجر بھی تو سخت رہتا ہے

وقت کی قید سے نہ ڈر ہمدمؔ
اس میں ''چودہ اگست'' رہتا ہے

☆

اپنے آنگن کو سجاتے ہوئے تیاری کی
تیری آمد کی خوشی میں بڑی دلداری کی

تیرے کھلتے ہوئے چہرے پہ غزل کہنے کو
رات بھر چاند کو تکتے ہوئے بیداری کی

اپنے جیون میں تجھے سب سے مقدم سمجھا
ہر گھڑی میں نے رکھی لاج وفاداری کی

اپنی آنکھوں کو ترے خواب سے پابند کیا
یوں مرے دل پہ تری یاد نے سرشاری کی

کوئی پودا نہ ترے قد کے برابر نکلا
دل کی مٹی میں کئی بار شجرکاری کی

ایک بھی عیب ترے نام سے نہ ثابت پایا
یار لوگوں نے بڑی دیر سخن کاری کی

جب بھی لوگوں نے مجھے وقت سے بیزار کیا
زندگی تو نے ہی آ کر مجھے پیاری کی

تجھ کو ہنستے ہوئے دیکھا تو ستم بھول گئے
تیری خوشیوں نے ہر اک درد میں غم خواری کی

تیری خوشیو نے جو مسرور کیا تو ہمدم
''میں نے جی بھر کے گلابوں کی خریداری کی''

تیرے لہجے نے سخن دان کیا تو ہمدمؔ
میں نے جی بھر کے محبت سے غزل داری کی

☆

اپنے کھوئے ہوئے خوابوں کی خبر ہی آئے
دِل کے رستے میں کوئی خواب نگر ہی آئے

تجھ کو احساس کی انگلی سے بھی چھو کر دیکھوں
مجھ کو ہر پور ترا عکس نظر ہی آئے

اپنے دامن پہ ملامت کی صدائیں سہہ کر
ہم ترے شہر میں کچھ روز ٹھہر ہی آئے

میری پرواز بھی اونچی تھی مگر کیا کرتا
میرے حصے میں تو ٹوٹے ہوئے پر ہی آئے

ہم اسی آس پہ چھاؤں میں پڑے رہتے ہیں
ان درختوں پہ کسی شام ثمر ہی آئے

دل کے آنگن میں کوئی خواب سویرا پھوٹے
چاند جائے تو کوئی رشکِ قمر ہی آئے

دشتِ الفت سے گزرنا کوئی آساں تو نہ تھا
خارزاروں سے مگر ہم بھی گزر ہی آئے

اس کو مصروف کیا شہر کے ہنگاموں نے
میرے دامن میں مگر رات کے ڈر ہی آئے

خشک ہونٹوں پہ کئی زرد لکیریں پھیلیں
زرد چہرے پہ کئی نقش ابھر ہی آئے

مجھ کو اک دشتِ محبت کا بھرم رکھنا ہے
خواب صحرا میں کوئی خاک بسر ہی آئے

آئینہ بن کے ترا عکس تراشا ہمدمؔ
لاکھ الجھے تھے مگر اشک سنور ہی آئے

عرصۂ خواب تو افلاک سے باہر نکلا
اسم تیرا مرے ادراک سے باہر نکلا

چند کانٹوں نے جو گلشن کو بچانا چاہا
ایک طوفان سا خاشاک سے باہر نکلا

لب ہلانے کی سرِ بزم اجازت کب تھی؟
دل مرا دیدۂ نمناک سے باہر نکلا

ایک تہمت تھی جنوں میں، سو وہ جھوٹی نکلی
ایک الزام کفِ چاک سے باہر نکلا

جل اٹھی آگ نشیمن نہ رہے شاخوں پر
اِک شرارہ سا مری راکھ سے باہر نکلا

میں جسے وقت کا ہم دوش سمجھتا ہمدمؔ
وہ پرندہ بھی مری خاک سے باہر نکلا

☆

لہو جلا کر وفا کی بستی اجال دیں گے
جئیں گے ایسے کہ اہلِ دنیا مثال دیں گے

ہم عزمِ نو کی مسافتوں پر رواں دواں ہیں
جہاں کہو گے وہیں سے رستہ نکال دیں گے

خدا کی بستی میں پھر کسی پر نہ ظلم ہو گا
ہر ایک ظالم کے سر سے پگڑی اچھال دیں گے

حسینیّت کا علم اٹھا کر نکل پڑے ہیں
یزیدیت کو ہر ایک دل سے نکال دیں گے

چراغ روشن کریں گے ہر سو محبتوں کا
کہ امن سے ہم جہاں کو حسن و جمال دیں گے

مٹے گی رسمِ کہن تو پھر انقلاب ہو گا
جوان جذبوں کو فکر دیں گے، خیال دیں گے

ہمیں نہ چھیڑو کہ ہم تو اہلِ جنون ٹھہرے
جو ڈٹ گئے تو خرد کو حیرت میں ڈال دیں گے

رکے جہاں میں تو اک زمانے کو روک لیں گے
چلے تو ہم کارواں میں دنیا کو ڈھال دیں گے

ہمیں تو رکھنی ہے لاج اپنی محبتوں کی
دلوں کو اپنا خلوص دے کر اجال دیں گے

ہم اپنی کشتی جلا کے نکلے یہ عزم لے کر
قسم خدا کی ہر ایک طوفاں کو ٹال دیں گے

بدل ہی دیں گے نظام کہنہ روایتوں کا
ہمارے سچ کی گواہی تو ماہ وسال دیں گے

قلم سے لوحِ جہاں پہ تاریخ لکھ رہے ہیں
ہم اہلِ دل ہیں! جہاں کو اپنا کمال دیں گے

صریرِ خامہ ہے روشنی کا پیام ہمدمؔ
حروف سارے نویدِ صبحِ جمال دیں گے

☆

بچپنا پن جواں بنایا ہے
ریت پر اک مکاں بنایا ہے

پھر کسی روشنی کا طالب ہوں
پھر نیا آشیاں بنایا ہے

میں بھی سورج نگر میں رہتا ہوں
دھوپ کو سائباں بنایا ہے

کر رہا ہوں محبتیں تقسیم
پیار وردِ زباں بنایا ہے

میرے مولا نے اور دنیا میں
تیرا چہرہ کہاں بنایا ہے

مامتا کے حروف چن چن کر
جب سمیٹے تو ''ماں'' بنایا ہے

زندگی کو سنوارنے کے لیے
وقت ہی امتحاں بنایا ہے

دل کی دنیا میں ڈوب کر ہمدمؔ
خوب صورت جہاں بنایا ہے

☆

بلا سے آنکھ لگے، نہ لگے، مجھے کیا ہے؟
جہانِ خواب سجے، نہ سجے، مجھے کیا ہے؟

بدل بدل کے جلائے ہیں طاقچے میں دیے
ہوا کی پیاس بجھے، نہ بجھے، مجھے کیا ہے؟

ازل سے بھاگ چلا ہوں میں زندگی کے ساتھ
کسی کا ساتھ رہے، نہ رہے، مجھے کیا ہے؟

میں اپنے حصے کی دنیا اجال رکھتا ہوں
کوئی چراغ جلے، نہ جلے، مجھے کیا ہے؟

کلیدِ حسنِ تکلم ہے میرے دل کی بات
سخن دوام رہے، نہ رہے، مجھے کیا ہے؟

کٹے پروں میں ابھی تک جنون باقی ہے
قفس میں وقت کٹے، نہ کٹے، مجھے کیا ہے؟

ہر ایک خواب کی صورت سحر کیے ہوئے ہوں
اداس شام ڈھلے، نہ ڈھلے مجھے کیا ہے؟

محبتوں کی زمیں کو نہال کرنا ہے
وفا کی فصل اگے، نہ اگے، مجھے کیا ہے؟

میں ایک روز کسی قافلے کو جا لوں گا
سفر شریک رکے، نہ رکے، مجھے کیا ہے؟

میں کھو گیا ہوں کہیں اپنے ہم نفس کے ساتھ
مرا وجود ملے، نہ ملے مجھے کیا ہے؟

اسے خبر ہے سرِ دشت دھوپ چھاؤں کی
وہ سر پہ ہاتھ رکھے، نہ رکھے، مجھے کیا ہے؟

بہار چھوڑ چلا ہوں پون پون ہمدمؔ
کسی کو یاد رہے، نہ رہے، مجھے کیا ہے؟

☆

بھیگی پلکوں کے سائے میں ٹوٹے سپنے کیا رکھنا؟
کچا گھر ہے دیواروں پر کانچ کے ٹکڑے کیا رکھنا؟

وصل کے گنجل گنجل سپنے آنکھوں میں سلجھانا کیا؟
دل میں پیار کے الجھے الجھے کچے دھاگے کیا رکھنا؟

عشق نگر میں پیار کا سودا جان کے بدلے ہوتا ہے
دل کی بازی کھیل رہے ہیں جیب میں پیسے کیا رکھنا؟

دھوپ کنارے سمٹیں گے تو خواب جزیرہ ڈوبے گا
موجوں میں طوفان سے پہلے ریت گھروندے کیا رکھنا؟

دھڑکن دھڑکن جانِ ہمدمؔ ہر احساس تمھارا ہے
شہرِ دل کی دیواروں میں اور دریچے کیا رکھنا؟

☆

چلتے چلتے خواب سہانا چھوڑ گیا
دھوپ کنارے اپنا سایا چھوڑ گیا

اپنا دل تو ایک چراغِ محفل تھا
جلتا بجھتا ، ہنستا گاتا چھوڑ گیا

جس کو ہم نے غیر کہا وہ ساتھ رہا
جس کو ہم نے اپنا سمجھا چھوڑ گیا

میرے دامن میں اب اس کی یادیں ہیں
جانے والا اپنا حصہ چھوڑ گیا

اس نے خود کو صدیوں یاد دلانا تھا
وہ بھی یاد کا لمحہ لمحہ چھوڑ گیا

ایک عجب انداز بچھڑنے والے کا
میرے دل پر درد انوکھا چھوڑ گیا

وہ جو میرے نام پہ آہیں بھرتا تھا
دھڑکن دھڑکن ٹھنڈا جھونکا چھوڑ گیا

موسم بدلا! پیڑ پرانا سوکھ گیا
ڈالی ڈالی پتا پتا چھوڑ گیا

اپنے دل پر ایک یقیں تو آیا ہے
آخر تیرے پیار کا دھوکہ چھوڑ گیا

خوشبو جس کا چہرہ چوما کرتی تھی
پھول کے چہرے پر اک بوسہ چھوڑ گیا

پیار بھی جانِ ہمدمؔ بہتا دریا تھا
جاتے جاتے اپنا رستہ چھوڑ گیا

☆

چاند چاند چہروں کے زاویے بھی زخمی ہیں
پتھروں کی بستی میں آئنے بھی زخمی ہیں

اب تو دشتِ الفت میں خار خار موسم ہے
حوصلے بھی زخمی ہیں! آبلے بھی زخمی ہیں!

عرصۂ محبت میں خار ہی نہیں ملتے
تتلیوں کے نازک پر پھول سے بھی زخمی ہیں

اب کہ صحنِ گلشن میں کیا بہار آئے گی؟
اب کے سال بلبل کے گھونسلے بھی زخمی ہیں

جرمِ بے وفائی تو آپ پر بھی آتا ہے!
حوصلے مرے قاتل! آپ کے بھی زخمی ہیں

چوٹ کتنی نازک تھی؟ درد کتنا گہرا ہے؟
میرے دل کی دھڑکن کے ولولے بھی زخمی ہیں

ہاتھ جب اٹھاتا ہوں درد اور بڑھتا ہے
کیا کروں دعاؤں کے سلسلے بھی زخمی ہیں

تم بھی آبلہ پا ہو! دیکھ کر مگر ہمدمؔ!
بارشوں کے پانی سے راستے بھی زخمی ہیں

☆

چپکے چپکے بیٹھ کے رونا کیسا لگتا ہے؟
اپنے گھر کا خالی کونا کیسا لگتا ہے؟

یادوں کی آغوش میں سونا کیسا لگتا ہے؟
میرا تیرے پاس نہ ہونا کیسا لگتا ہے؟

تیرے میرے سارے سپنے آنکھوں دیکھے ہیں
تجھ کو یہ خوابوں کا بچھونا کیسا لگتا ہے؟

کالی رات کا سناٹا جب ڈسنے لگتا ہے
تکیہ منہ پہ رکھ کر رونا کیسا لگتا ہے؟

کرچی کرچی ہو کر بھی تم کیسے جیتے ہو؟
پتھر شہر میں کانچ کھلونا کیسا لگتا ہے؟

شام گئے جب جلتا بجھتا سورج ڈھلتا ہے
تجھ کو اپنے گھر پہ نہ ہونا کیسا لگتا ہے؟

ہاتھ کنارہ آتے آتے چھوٹ بھی جاتا ہے
دل کی خواہش پا کر کھونا کیسا لگتا ہے؟

پیار کے آگے دولت بھی بے قیمت ہوتی ہے
تجھ کو اپنا چاندی سونا کیسا لگتا ہے؟

گل چیں بن کر شاخِ گل سے کیوں کر الجھے ہو؟
ہاتھوں پر اب خار چبھونا کیسا لگتا ہے؟

مجبوری کے طوفاں میں جب مرنا پڑ جائے
اپنی کشتی آپ ڈبونا کیسا لگتا ہے؟

تجھ کو اپنے پیارے گھر کے خواب دریچے میں
سندر سپنا، روپ سلونا کیسا لگتا ہے؟

ہنستی گاتی یادیں اپنی جان چھڑائیں تو
تجھ کو جانِ ہمدمؔ ہونا کیسا لگتا ہے؟

☆

دشت موسم ، سراب منظر ہیں
خواب سارے عذاب منظر ہیں

سوہنی ، مہینوال اور کچا گھڑا
عشق منظر چناب منظر ہیں

کون زخموں کی تاب لائے گا
زخم سارے گلاب منظر ہیں

رتجگا ہے کہ نیند آئی ہے
ہر طرف خواب منظر ہیں

ہر طرف آئینہ نمائی ہے
ہر نظر میں کتاب منظر ہیں

کون دل کی گلی سے گزرا ہے
دھڑکنیں اضطراب منظر ہیں

چند لمحوں کی بات ہے ساری
مختصر سے حباب منظر ہیں

دل تو صحرا ہوا مگر ہمدمؔ
چشمِ تر میں سحاب منظر ہیں

☆

دل جو ٹوٹا تو صدا کوئے حرم تک پہنچی
ظرف کی بات نکلتے ہی بھرم تک پہنچی

آنکھ چھلکی ہے نشاطِ غمِ جاں سے آخر
دل سے نکلی تو دعا ابرِ کرم تک پہنچی

چاند نکلا ہے لبِ بام سنور کر لیکن
چاند کی دھول کہاں تیرے قدم تک پہنچی

گردشِ وقت نے ہر چیز بھلائے رکھی
دل کی دنیا تھی ازل سے جو عدم تک پہنچی

غم کے حالات نے ہر سوچ کا محور بدلا
عمر خوشیوں میں جو کٹتی تھی الم تک پہنچی

میں تو زندہ ہوں مقدر کا ستارہ ہو کر
میری اوقات کہاں لوح و قلم تک پہنچی

کیا کہوں اپنی محبت کا فسانہ ہمدمؔ
اک کہانی تھی زمانے سے جو ہم تک پہنچی

☆

دل کا درد چھپائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟
اپنا آپ بھلائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

اپنا جی بہلائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟
یادوں کو سمجھائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

قطرہ قطرہ درد سمیٹے آنکھیں گم سم ہیں
ہر پل خواب سجائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

پتہ پتہ ڈالی ڈالی جلتا رہتا ہے
دل کا پیڑ اگائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

جھوٹ سے قائل کرنے والے لاکھوں ملتے ہیں
لیکن سچی رائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

سورج سر پر آ جائے تو جان پگھلتی ہے
دھوپ کنارے سائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

میٹھی میٹھی ٹیس پہ ہمدمؔ ہنستا رہتا ہوں
غم کا بوجھ اٹھائے رکھنا کتنا مشکل ہے؟

☆

دل کی نگری میں یہ پاتال نہ آنے دینا
عشق مشکل ہے سو جنجال نہ آنے دینا

صاف شفاف محبت ہے دلوں کے اندر
آئنہ زاد کبھی بال نہ آنے دینا

زخم کچھ اور بھی خوشبو سے مہک اٹھیں گے
دیدۂ تر پہ وہ رومال نہ آنے دینا

زندگی بھر کا تعلق ہے اثاثہ اپنا
بھول جانے کا کوئی سال نہ آنے دینا

تلخیِ وقت کو مشکل سے بھلا بیٹھا ہوں
میرے ماضی سا کوئی حال نہ آنے دینا

یہ تو آئے ہیں ترے شہر میں ہجرت کر کے
ان پرندوں پہ کبھی جال نہ آنے دینا

تو جو شطرنج میں چلتا ہے کبھی اے دوست
میرے دشمن کو یہی چال نہ آنے دینا

علم رکھتا ہوں مگر عشق ! تہی دامن ہوں
میرے کردار میں اعمال نہ آنے دینا

دھوپ نگری میں سنبھالے ہوئے رکھنا خود کو
سر سے پاؤں میں کبھی شال نہ آنے دینا

شہرِ درویش میں زندہ ہوں یہی کافی ہے
میری گدڑی میں کوئی لعل نہ آنے دینا

کیسا منصف تھا کہ دھرتی سے کہا تھا جس نے
میرے ہوتے ہوئے بھونچال نہ آنے دینا

لوگ پوچھیں گے گھٹاؤں کی حقیقت کیا ہے؟
چاند چہرے پہ کبھی بال نہ آنے دینا

کتنی چاہت ہے ترے وار میں جانِ ہمدمؔ
میرے ہاتھوں میں کوئی ڈھال نہ آنے دینا

☆

دل تری یاد سے منسوب ہوا جاتا ہے
اک ستارہ ہے جو محبوب ہوا جاتا ہے

جان دی جائے سرِ دار ضروری تو نہیں
اپنے اندر بھی تو مصلوب ہوا جاتا ہے

کوئی پینے کا سلیقہ نہیں رکھتا پھر بھی
زہر اک عام سا مشروب ہوا جاتا ہے

بنتِ حوّا تری عزّت کو سنبھالے کیسے؟
ابنِ آدم بھی تو مغضوب ہوا جاتا ہے

عشق صاحب کی کہانی ہے سرِ دشتِ جنوں
قیس در قیس جو معتوب ہوا جاتا ہے

عشق میلے میں نچاتا ہے مسلسل سائیں
دل قلندر ہے جو مجذوب ہوا جاتا ہے

شعر در شعر غزل پھول ہوئی جاتی ہے
موجۂ گل مرا اسلوب ہوا جاتا ہے

تار در تار تماشا ہے برنگِ غالب
پیرہن عشق کا مکتوب ہوا جاتا ہے

زندگی درد کے انبار میں رکھا کیا ہے؟
کیوں غمِ دل مجھے مرغوب ہوا جاتا ہے

دل کی معراج کفِ طور سے آگے تک ہے
طالبِ دید بھی مطلوب ہوا جاتا ہے

جھوٹ کی آنکھ سے میں آنکھ چراؤں کیسے
آج کل سچ بھی تو معیوب ہوا جاتا ہے

نغمۂ دل کا اجارہ ہے یہاں پر ہمدمؔ
حلقۂ موجِ سخن خوب ہوا جاتا ہے

☆

دُکھ پالتے رہنے کا ہنر عام کیا ہے
خوشیوں کا سفر بر سرِ آلام کیا ہے

ہر چوٹ محبت میں ترے نام پہ کھائی
ہر زخمِ جگر دل نے ترے نام کیا ہے

کیا دل کی کہیں؟ کس سے کہیں؟ کیسے کہیں ہم؟
پہلے ہی بہت عشق نے بدنام کیا ہے

میں نے تری ہر یاد مٹانے کی سعی کی
کچھ بن نہ پڑا جب تو یہی کام کیا ہے

اب کیسے کٹے؟ دیکھ! شبِ ہجر کا عالم
موسم نے ترا ذکر سرِ شام کیا ہے

مٹتی ہے کہاں تشنہ دلی دشتِ وفا میں
ٹوٹے ہوئے سپنوں کو بہت جام کیا ہے

ہم سا بھی کوئی آبلہ پا عشق میں ہو گا؟
کانٹوں کو بھی چلتے ہوئے گلفام کیا ہے

خوشبو کی قبا اوڑھ کے چلتی ہے صبا بھی
موسم پہ سحر کس نے لبِ بام کیا ہے

جیتی ہوئی بازی کو بھی خود ہار کے ہمدمؔ
یہ کون سا پیغامِ وفا عام کیا ہے

☆

دنیا میں کوئی چیز اضافی نہیں ہوتی
ہو جائے تو غلطی کی تلافی نہیں ہوتی

دشمن بھی مرے ساتھ نبھاتے ہیں تعلق
مجھ سے بھی کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوتی

کیوں دل کو لگاتے ہیں لگاتار جوئے میں؟
کیا ایک محبت ہمیں کافی نہیں ہوتی؟

انسان کی توقیر بڑی چیز ہے لوگو
ہاں ! جیت فقط ایک ٹرافی نہیں ہوتی

بچوں کی محبت کا صلہ دے نہیں سکتا
جس روز مری جیب میں ٹافی نہیں ہوتی

اندھی ہے عدالت کہ یہی آخری حد ہے
ناکردہ گناہوں کی معافی نہیں ہوتی

بے کار جوانی کی روش چھوڑ چکا ہوں
سگریٹ نہیں ہوتے کبھی کافی نہیں ہوتی

اے قادرِ مطلق ! ذرا بخشش کی نظر کر
ہم سے تو گناہوں کی تلافی نہیں ہوتی

کچھ شعر بڑے دل سے کہے جاتے ہیں ہمدمؔ
ہر بات حقیقت کے منافی نہیں ہوتی

☆

احساس کی دنیا میں قدم رکھ نہیں سکتے
کچھ لوگ محبت کا بھرم رکھ نہیں سکتے

قطرے کو سمندر میں سمانے کا ہنر ہے
کم ظرف کبھی پیار کا غم رکھ نہیں سکتے

وہ تنگیِ داماں کا گلہ کرتے رہیں گے
جو درد کی لذت کبھی کم رکھ نہیں سکتے

پھر شعر کا احساس غزل ہونے لگا ہے
کچھ لکھے بنا ہم بھی قلم رکھ نہیں سکتے

اوقات سے بڑھ کر ہے، یہ کیا مانگ رہے ہو؟
کیوں اپنی دعاؤں کا بھرم رکھ نہیں سکتے

ہم عزمِ محبت کی مسافت پہ رواں ہیں
جاں دیں گے مگر سر کبھی خم رکھ نہیں سکتے

پہلے ہی سرِ شہر بہت آہ و فغاں ہے
اب اور کوئی درد و الم رکھ نہیں سکتے

نفرت میں بجھے زہر کا تریاق بھی ہو گا
کیوں سب کو محبت سے بہم رکھ نہیں سکتے

ہم لوگ فقط کھیل کے کردار ہیں ہمدمؔ
جینے کا سلیقہ کبھی ہم رکھ نہیں سکتے

☆

گورا بدن کمال ہے کالے لباس میں
تو حسنِ بے مثال ہے کالے لباس میں

سر پر ہے تیرے پیار کی چادر سجی ہوئی
روشن ترا خیال ہے کالے لباس میں

بزمِ تصورات ہے یا چاند رات ہے
اک پیکرِ جمال ہے کالے لباس میں

مجھ پر کھلا نہیں تری خوشبو کا پیرہن
تو خواب یا خیال ہے کالے لباس میں

کھلتے ہوئے شباب پہ کیا رنگ روپ ہے
کیا حسن؟ کیا جمال ہے؟ کالے لباس میں

ڈستی رہی ہے ہجر کی ناگن جو رات بھر
پیاسی شبِ وصال ہے کالے لباس میں

تعبیر اپنے جسم کو پہنچی نہیں ابھی
خوابوں کا ایک جال ہے کالے لباس میں

جنگل کے بیچ کچھ بھی سجھائی نہ دے مجھے
خواہش کی مور چال ہے کالے لباس میں

تھمنے لگی ہے وقت کی رفتار تیرے ساتھ
کیا خوب چال ڈھال ہے کالے لباس میں

دھڑکن الجھ رہی ہے جو ہمدمؔ شکن شکن
کیسا عجیب حال ہے کالے لباس میں

☆

گلوں کی بات نہ کر موسمِ بہار نہ چھیڑ
خزاں رتوں میں مجھے میرے غم گسار نہ چھیڑ

جو ہو سکے تو مرا درد بانٹ کر لے جا
مجھے خوشی کے بہانے سے بار بار نہ چھیڑ

بکھر نہ جائیں کہیں پھول ہی سرِ خوشبو
میں شاخِ گل ہوں مجھے بادِ نو بہار نہ چھیڑ

نہ چھیڑ مجھ سے ابھی میری داستانِ حیات
بہت اداس کہانی ہے میرے یار! نہ چھیڑ

ہوئی ہیں ضربِ وفا سے محبتیں تقسیم
نہیں ملے گا تجھے حاصلِ شمار نہ چھیڑ

بکھر گئیں مری سوچیں تو پھر نہ سلجھیں گی
مرے شعور کی الجھن کو تو سنوار نہ چھیڑ

ہوا ہے کون وفادار عشق میں ہمدمؔ
وفا کے باب میں یوں ذکرِ اعتبار نہ چھیڑ

☆

ہلکا سا اک دھڑکا دل کو بھاری ہے
راکھ میں جیسے پوشیدہ چنگاری ہے

بانٹ لیا ہے اک دوجے کی سانسوں کو
ایک محبت خون کے اندر جاری ہے

کون پرندہ لوٹ کے واپس آتا ہے
ہر پنچھی کی اپنی خاص اڈاری ہے

میں نے اک بوڑھے برگد سے کیا لینا؟
میرے سر پر سورج کی سرداری ہے

میری دھڑکن کو کس نے پابند کیا؟
میرے دل پر کس کی پہرہ داری ہے

بوجھ اٹھانے والا پھر سے آ جائے
آج سرِ رہ سب کی گٹھڑی بھاری ہے

ہمدمؔ اچھے دوست بناتا رہتا ہوں
میری تو یہ کل سرمایہ کاری ہے

☆

ہلکی ہلکی بارش نے مہمیز کیا
تیری یاد نے موسم دل آویز کیا

پانی میں اک عکس بنایا مٹی کا
جو بھی کیا کتنا حیرت انگیز کیا؟

دِکھنے لگی اپنی صورت پروانے سی
بجھتے دیے کی لو کو کس نے تیز کیا؟

پھر بھی تجھ کو پایا دل کی دھڑکن میں
حسنِ خیال کا پردہ لاکھ دبیز کیا

وقت کا ڈنڈا اس کے سر پر برسا ہے
خود کو جس نے بھی خسرو پرویز کیا

لال کفن میں لپٹی ننھی کلیاں ہیں
کس نے میرا پھول نگر خوں ریز کیا؟

ہاتھ میں تھامے ہاتھ ملائی آنکھیں یوں
ہجر تصور میں رکھی اک میز کیا

مجھ پر خوش بو کی تتلی منڈلاتی ہے
مجھ کو تیرے آنچل نے مہمیز کیا

جانِ ہمدمؔ پھولوں جیسی نظم کہی
تیرا چہرہ شعروں میں گل ریز کیا

☆

اِک جہاں پھیلا ہوا ہے آئنہ در آئنہ
کون کھلتا جا رہا ہے آئنہ در آئنہ

اپنے خد و خال بھی پہچاننا ممکن نہیں
ہر کوئی الجھا ہوا ہے آئنہ در آئنہ

منکشف ہونے لگی ہے آگہی کی روشنی
اک دیا سا جل رہا ہے آئنہ در آئنہ

بھیگتی پلکوں سے لے کر دھڑکنوں کی پیاس تک
غم کا دریا بہہ رہا ہے آئنہ در آئنہ

کو بکو پھیلی ہوئی ہے شبنمی بادِ صبا
عکسِ گل بکھرا ہوا ہے آئنہ در آئنہ

سب رتوں میں بٹ گئی ہے دردِ دل کی داستاں
پانچواں موسم سجا ہے آئنہ در آئنہ

تیری نسبت ہر کوئی عہدِ وفا کرنے لگا
کوچۂ جانِ وفا ہے آئنہ در آئنہ

میری آنکھوں میں ہر اک منظر ہے پتھرایا ہوا
اک طلسمی خواب سا ہے آئنہ در آئنہ

تیری صورت دیکھتا ہوں دھڑکنوں کے درمیاں
میرا دل بھی آئنہ ہے آئنہ در آئنہ

ساتھ کتنی صورتیں ہیں ایک سائے کی طرح
کوئی ہمدمؔ جا رہا ہے آئنہ در آئنہ

☆

جب سے کانٹوں پہ سونے لگ گئے ہیں
ساتھ پھولوں کے رونے لگ گئے ہیں

شیلف پر تھیں کبھی کتابیں سبھی
اب وہاں بھی کھلونے لگ گئے ہیں

ہے ترا انتظار پھولوں کو
ہار خود ہی پرونے لگ گئے ہیں

تلخیوں کی ہے واردات عجب
خار دل میں چبھونے لگ گئے ہیں

چند خوابوں کی آب پاشی کو
اپنے آنسو سمونے لگ گئے ہیں

کون ہنسنے کی بات کرتا ہے
لوگ سارے ہی رونے لگ گئے ہیں

ساحلوں پر کھڑے مسافر لوگ
کشتیاں کیوں ڈبونے لگ گئے ہیں

آئنے بھی تو خود شکستہ ہیں
دل سے ان کے بھی کونے لگ گئے ہیں

گر گیا جو اناج رستے میں
چیونٹے اس کو بھی ڈھونے لگ گئے ہیں

داغ تازہ نہیں پرانے ہیں
آپ کیوں ان کو دھونے لگ گئے ہیں

دل کا سودا کیا ہے ردی میں
دام کچھ اونے پونے لگ گئے ہیں

کیسی انہونیاں ہوئیں ہمدمؔ
اب نہ ہونے بھی ہونے لگ گئے ہیں

☆

جلا رہا ہے مسلسل یہی الاؤ مجھے
کہ اپنے ہاتھ سے دل پر لگا ہے گھاؤ مجھے

عجب ہے دردِ محبت ! بدن چٹختا ہے
ضرور توڑ کے رکھ دے گا یہ تناؤ مجھے

کسی کی کھوج میں نکلا تو پھر نہیں لوٹا
میں کھو گیا ہوں زمانے میں ڈھونڈ لاؤ مجھے

مجھے بھنور کی خبر ہے نہ راستے کا پتا
کہاں لیے ہوئے چلتی ہے دل کی ناؤ مجھے

قدم قدم پہ نشاں ہیں تری فراقت کے
کہیں پہ چوٹ لگی ہے کہیں پہ گھاؤ مجھے

سفر کی دھوپ میں سائے کی کیا ضرورت ہے
جو ٹوٹتی ہوئی دیوار ہوں گراؤ مجھے

بدل کے موڑ سرِ عشق دیکھ لو تم بھی
تمہارے ساتھ چلا ہوں تو آزماؤ مجھے

ضمیر بیچ کے سودا کیا گیا دل کا
دمِ خرید بتائے گئے ہیں بھاؤ مجھے

وفا کے دم سے مزیّن ہے شاعری ہمدمؔ
میں ایک پیار کا نغمہ ہوں گنگناؤ مجھے

☆

جو آئینے سے نمودار ہونے والا ہے
وہ مجھ سے بر سرِ پیکار ہونے والا ہے

میں کس طرح اسے کاٹوں کہ دھوپ نگری میں
مرا شجر تو ثمر بار ہونے والا ہے

تو اس کو خوں کی ضرورت بھی پڑنے والی ہے
وہ زندگی کا خریدار ہونے والا ہے

میں جا رہا ہوں سمندر سے دوستی کے لیے
یہ آئینہ بھی تو بے کار ہونے والا ہے

میں کس طرح سے بچاؤں گا اپنے دامن کو
مرا تو ظرف بھی مے خوار ہونے والا ہے

لو آ گئے ہیں پرندہ خرید نے صیّاد
قفس بھی ساتھ گرفتار ہونے والا ہے

سنا ہے ایک ہی لڑکا تھا خاندان میں وہ
جو احتجاج میں غدّار ہونے والا ہے

میں کب سے دیکھ رہا ہوں یہ آخری منظر
بس ایک در ہے جو دیوار ہونے والا ہے

طلوعِ صبح سے پہلے ہے خواب کا عالم
کوئی نہیں ہے جو بیدار ہونے والا ہے

وہ کج کلاہ ہے مگر بے سری کی دنیا میں
ہماری قوم کا سردار ہونے والا ہے

ہر ایک آنکھ میں ہمدمؔ سمانے والا ہوں
مرے وجود کا پرچار ہونے والا ہے

☆

کام کی بات کسی بات میں رہ جاتی ہے
تشنگی پھر بھی ملاقات میں رہ جاتی ہے

جز تری یاد! سبھی چھوڑ چلے جاتے ہیں
ایک چھتری ہے جو برسات میں رہ جاتی ہے

لوٹ لیتا ہے کوئی خوف لٹیرا بن کر
زندگی اور کسی گھات میں رہ جاتی ہے

ٹوٹ جاتا ہے مقدر کا ستارا لیکن
میری تقدیر مرے ہاتھ میں رہ جاتی ہے

دن نکلتا ہے نئے خواب اجالے لے کر
رات کی بات فقط رات میں رہ جاتی ہے

چھین لیتی ہے خزاؤں سے بہاروں کا خراج
موجۂ گل جو کسی پات میں رہ جاتی ہے

ایک تکمیل تو کرتی ہے محبت لیکن
اک کمی تیری مری ذات میں رہ جاتی ہے

مانگ لینا ہے کسی روز خدا سے تجھ کو
اک دعا ہے جو مناجات میں رہ جاتی ہے

بھول جاتا ہوں کوئی شعر میں کہتے کہتے
شاعری کتنی خرافات میں رہ جاتی ہے

بانٹ لیتا ہے اسے ظلم کا بندر آخر
ایک روٹی جو مساوات میں رہ جاتی ہے

ہار جاتا ہوں تجھے جیت کے اکثر ہمدمؔ
جیت میری بھی تری مات میں رہ جاتی ہے

☆

کب پھول کھلیں گے گلشن میں؟ کب خوشبو رنگ جمائے گی؟
کب پیار کا موسم آئے گا؟ کب دل کی رت گدرائے گی؟

کب منظر منظر جھومے گا؟ کب رم جھم ساون برسے گا؟
کب موجِ گل کے ہاتھوں میں بارش چوڑی پہنائے گی؟

کب چاند چکوری کی خاطر کرنوں کے دیپ جلائے گا؟
کب جگنو نور بکھیرے گا؟ کب تتلی پر پھیلائے گی؟

کب لال گلابی ہونٹوں سے برسیں گے پھول محبت کے؟
کب گورے گورے گالوں کی سرخی دھڑکن گرمائے گی؟

کب بوجھل بوجھل پلکوں کے سائے میں سپنے کھیلیں گے؟
کب جھیل سی گہری آنکھوں میں تعبیر اتاری جائے گی؟

کب ہاتھ میں کنگن کھنکے گا؟ کب کان میں بالی چمکے گی؟
کب حسن کی دیوی ناچے گی؟ کب پائل شور مچائے گی؟

کب من کا پنچھی بولے گا؟ کب پیار میں تن من ڈولے گا؟
کب کوئل کوکو بولے گی؟ کب بلبل گیت سنائے گی؟

کب وقت کا پہیہ گھومے گا؟ کب خواب سویرا پھوٹے گا؟
کب سندر سندر دھرتی پر اک امن کی آشا آئے گی؟

کب جانِ ہمدمؔ ممکن ہے؟ سب خواب سہانے پورے ہوں!
کب ہاتھ سے ہاتھ ملائیں گے؟ کب قسمت ساتھ نبھائے گی؟

☆

کہیں تتلی ضروری ہے، کہیں جگنو ضروری ہے
عروجِ موسمِ گل میں تری خوشبو ضروری ہے

طلسمی خواب کے تالے اسی کنجی سے کھلتے ہیں
سرِ بزمِ جہاں بس ایک ''اللہ ہو'' ضروری ہے

یہ مانا کہ جواں جذبے کو منزل جھک کے ملتی ہے
مگر تازہ لہو میں بھی وفا کی خو ضروری ہے

اگر احساسِ غم نہ ہو تو سارا لطف ادھورا ہے
خوشی کی انتہا کے لیے کوئی آنسو ضروری ہے

ذرا سی آگہی مل جائے تو کچھ خواب بھی دیکھوں
اندھیری رات آنکھوں میں کوئی جگنو ضروری ہے

وفا کے کارواں میں کچھ مسافر تھک بھی سکتے ہیں
محبت کے سمندر میں کہیں ٹاپو ضروری ہے

مری ہر ایک دھڑکن کی حیاتِ جاوداں کے لیے
مرے دل کی فضاؤں میں مری جاں تو ضروری ہے

میں اپنے شہر کا موسم بدلنے کی لگن میں ہوں
مرے اطراف میں ہمدمؔ تری خوشبو ضروری ہے

☆

خوب صورت تتلیوں سے کھیلتا ہے
دل ابھی تک خواہشوں سے کھیلتا ہے

میرے دل کی دھڑکنوں سے کھیلتا ہے
وہ بھی کتنی حسرتوں سے کھیلتا ہے

زندگی مشکل ہوئی تو کیا ہوا جی؟
وقت میرے حوصلوں سے کھیلتا ہے

کاغذی گھر میں محبت کا دیا بھی
جانے کتنی آندھیوں سے کھیلتا ہے

خواب کی تعبیر اس کے پاس کب ہے؟
رات بھر جو رتجگوں سے کھیلتا ہے

ڈس رہا ہے کرب کا بچّھو مجھے بھی
درد سا تنہائیوں سے کھیلتا ہے

میرے گھر میں فاختہ کو دیکھتے ہی
وہ مری مجبوریوں سے کھیلتا ہے

اپنی صورت دیکھ کر حیران ہوں میں
کون میری حیرتوں سے کھیلتا ہے

تیری الجھن جانِ ہمدمؔ جانتا ہوں
چاند اکثر بادلوں سے کھیلتا ہے

☆

خواب خواب چہرے بھی رتجگوں کے جگنو ہیں
میری دشت آنکھوں میں آنسوؤں کے جگنو ہیں

ہر پون بڑھاتی ہے سلسلہ محبت کا
میرے دل کی دھڑکن میں چاہتوں کے جگنو ہیں

سوچ کے دریچوں پر خامشی کا پردہ ہے
آگہی کی آنکھوں میں وحشتوں کے جگنو ہیں

پھول مسکرائیں تو خار بھی چمکتے ہیں
چاندنی کے منظر پر تتلیوں کے جگنو ہیں

گرم ہوا کے جھونکے سے کوئی سنگ ٹوٹا ہے
برف کی چٹانوں پر کرچیوں کے جگنو ہیں

ہم بھی دو کناروں پر ہجر کے مسافر ہیں
تیرے کنارے پر منزلوں کے جگنو ہیں

روشنی دکھاتے ہیں تیرگی کے ماروں کو
ہم بھی اپنے گلشن میں جگنوؤں کے جگنو ہیں

زندگی بدلتی ہے ہر گھڑی مقدر سے
ہاتھ کی لکیروں میں موسموں کے جگنو ہیں

کب کوئی دکھاتا ہے راستہ حقیقت کا
آج کل کے رہبر تو صورتوں کے جگنو ہیں

عمر بھر اجالوں میں زندگی بسر ہو گی
آئینے کی بستی ہے، پتھروں کے جگنو ہیں

ہر قدم مرا ہمدمؔ خواب سے عبارت ہے
زندگی کے رستے میں خواہشوں کے جگنو ہیں

☆

خواہشوں کے سراب رکھتا ہے
وہ بھی آنکھوں میں خواب رکھتا ہے

اک ذرا سوچ کر مری سوہنی!
وقت موجِ چناب رکھتا ہے

میرے لہجے کی شوخیوں پہ نہ جا
درد بھی اک حجاب رکھتا ہے

زندگی خار خار ہے لیکن!
دامنِ دل گلاب رکھتا ہے

پڑھ تو سکتا نہیں مگر پھر بھی
میز پر وہ کتاب رکھتا ہے

عشق رونا ہے زندگی بھر کا
جو مسلسل عذاب رکھتا ہے

آؤ ہمدمؔ وفا شمار کریں
کون کتنا حساب رکھتا ہے

☆

کھلی ہے چشمِ تماشا سراب ختم ہوا
لو آئینے سے رفاقت کا باب ختم ہوا

کھلی ہے آنکھ مری اب کے دوسری جانب
میں تک رہا تھا ازل سے جو خواب ختم ہوا

عجیب رنگ میں بدلی ہے آگہی میری
رہا ہے پیشِ نظر جو عذاب ختم ہوا

میں آسماں کے دریچے سے پار کیا تکتا
مری قلیل سی ہستی کا باب ختم ہوا

اب آپ ہی مرے بارے میں گفتگو کیجے
مری حیات کا قصہ جناب! ختم ہوا

غزل تراش رہا تھا وہ نرم لہجے میں
سخن تمام ! اسی پر خطاب ختم ہوا

رکی نہیں مرے آنگن میں گردشِ ایام
ذرا سی شام ڈھلی، آفتاب ختم ہوا

تلاشتی ہوئی آنکھیں تھیں اور دنیا تھی
تم آ گئے تو مرا انتخاب ختم ہوا

کسی میں تاب نہیں تھی کہ پی سکے ہمدمؔ
نظر اٹھی تھی کہ دورِ شراب ختم ہوا

☆

خوشبو کے بکھرنے میں ابھی دیر لگے گی
مہندی کے اترنے میں ابھی دیر لگے گی

طوفان کی زد میں ہے محبت کا سفینہ
ساحل پہ اترنے میں ابھی دیر لگے گی

سوکھے ہوئے پتے ہیں، کہیں پھول کھلے ہیں
گلشن کے سنورنے میں ابھی دیر لگے گی

ہجرت پہ ہیں مجبور ابھی شہر کے باسی
حالات سدھرنے میں ابھی دیر لگے گی

پلکوں پہ مناظر ہیں سرابوں کے وفا میں
صحرا سے گزرنے میں ابھی دیر لگے گی

جوبن پہ ہیں جذبات ابھی دشتِ جنوں میں
دریا کے اترنے میں ابھی دیر لگے گی

آنکھوں میں نہ کاجل ہے نہ ملبوس میں خوشبو
پریوں کے سنورنے میں ابھی دیر لگے گی

خوشبو سے مہکتی ہوئی لہروں پہ چلا ہوں
اس پار اترنے میں ابھی دیر لگے گی

سانسوں میں ابھی گرمیِ رخسار کی لو ہے
اس جام کے بھرنے میں ابھی دیر لگے گی

ہمدمؔ ترے ہاتھوں میں نہیں وقت کی ڈوری
یوں دیر نہ کرنے میں ابھی دیر لگے گی

☆

خوشبو سے مہکتا ہوا احساس رہا ہے
جب سے اسے دیکھا ہے مرے پاس رہا ہے

نیلم سے تراشے ہوئے یاقوت بدن پر
کمخواب کے پردے میں وہ الماس رہا ہے

میں نے جسے دیکھا تھا کبھی عام نظر سے
وہ شخص محبت میں بہت خاص رہا ہے

جگنو کی طرح پیار کے لمحے کو نہ دیکھو
قطرہ بھی سمندر کی کبھی پیاس رہا ہے

ہر درد نمایاں ہے دھنک رنگ میں آکر
آنسو مرے ہر خواب کا عکاس رہا ہے

سنگلاخ زمینوں میں غزل کیسے کہوں میں
اِک پھول سا چہرہ لبِ قرطاس رہا ہے

نفرت کی فضاؤں سے میں بیزار رہا ہوں
بس پیار کا موسم ہی مجھے راس رہا ہے

دولت سے ہر اک چیز خریدیں گے جہاں میں
کم ظرف دماغوں میں یہ خناس رہا ہے

اب تک مری دھڑکن میں جو تحلیل ہے ہمدمؔ
ٹوٹی ہوئی سانسوں میں مری آس رہا ہے

☆

خوشیوں سے ناشناس ہوں لیکن خبر نہیں
کب سے بہت اداس ہوں لیکن خبر نہیں

پھیلی ہوئی ہے خواب سی آنکھوں میں تشنگی
میں بھی کسی کی پیاس ہوں لیکن خبر نہیں

مجھ پر ترے حصار کا موسم ہے چار سو
میں تیرے آس پاس ہوں لیکن خبر نہیں

پہنے ہوئے ہوں پیار کی خوشبو کا پیرہن
میں کتنا خوش لباس ہوں لیکن خبر نہیں

ٹوٹے ہوئے جمود پہ سپنوں کے درمیاں
تعبیر کی اساس ہوں لیکن خبر نہیں

یوں بھی ترے خیال پہ زندہ ہوں جانِ جاں
تو دور ہے میں پاس ہوں لیکن خبر نہیں

مجھ پر کفِ حیات کا پردہ ہے عام سا
بندہ تو میں بھی خاص ہوں لیکن خبر نہیں

لہجے میں تیرے پیار کا رس ہے گھلا ہوا
خوشبو بھری مٹھاس ہوں لیکن خبر نہیں

ہمدؔم سفر شریک نہ منزل ہے سامنے
خود آپ اپنی آس ہوں لیکن خبر نہیں

☆

کرن کرن مری آنکھوں کی روشنی میں کھلا
وہ خواب اجالوں کی زندگی میں کھلا

بہت کٹھن تھے وفاؤں کے مرحلے لیکن
قدم قدم مرا رستے کی خستگی میں کھلا

کبھی گلاب کی مانند دھڑکنوں میں کِھلا
پون پون کبھی خوشبو کی تازگی میں کھلا

نجانے کیسے سمندر کی ہے طلب مجھ کو
کھلا نہ پیاس کا صحرا نہ تشنگی میں کھلا

عیاں ہوا نہ سرِ آئینہ جمال اس کا
کھلا وہ شخص تو بس ذوقِ آگہی میں کھلا

ازل سے پریم کہانی سمجھ سکا نہ کوئی
محبتوں کا فسانہ تو ان کہی میں کھلا

نظر کے خواب نگر میں بہت پھرا لیکن
ہر ایک خواب دریچہ اسی گلی میں کھلا

سنور سنور اسے دیکھا حسین لوگوں نے
مگر وہ حسنِ مجسم تو سادگی میں کھلا

کھلا وہ شعر کی صورت کبھی غزل کی طرح
عجیب رنگ سے ہمدؔم وہ شاعری میں کھلا

☆

کوئی تو سامنے آئے ترا نعم البدل ہو کر
کبھی حسنِ ابد ہو کر ، کبھی عشقِ ازل ہو کر

سرِ ساحل تلاطم ہے، عجب حسنِ تغیّر ہے
سمندر سے ابھرتا ہے جنونِ عشق چھل ہو کر

میں اپنے آپ میں کھو کر تجھے اک روز پا لیتا
مجھے بھی آئینہ ملتا جو حسنِ بے مثل ہو کر

امیرِ شہر کے گھر میں نظر بندی کا عالم ہے
پڑی ہیں گھر کی دیواریں بھی زنجیرِ اجل ہو کر

کفِ تاریخ پر لکھا ہوا ہے انتقام آخر
کھلے گا ظلم ظالم پر مکافاتِ عمل ہو کر

ابھی تو وقت کی بھٹی نے مجھ کو خاص کرنا ہے
سجے گا خاک داں کوزہ گری میں بھی سجل ہو کر

متاعِ طاقِ ہستی ہے مرا زادِ سفر بابو!
ابد تک ساتھ چلتا ہے مقدر بھی ازل ہو کر

کسی کے خواب کی دنیا فقط نورِ سحر تک ہے
کسی کی آنکھ زندہ ہے محبت کا محل ہو کر

وفا کی جھیل میں کھلنے لگی ہیں چاند کی کرنیں
کبھی مرجھا نہیں سکتا گلِ افشاں کنول ہو کر

بصیرت چھپ نہیں سکتی کبھی مجبور پردوں میں
فروزاں علم ہوتا ہے مگر حسنِ عمل ہو کر

چلو ہم آج سے بدلیں کوئی نقشِ کہن ہمدمؔ
رہے گا یاد لوگوں کو ہمارا آج کل ہو کر

☆

کوچۂ جاں سے تری یاد کی خوشبو گزرے
تجھ کو سوچوں تو سرِ بادِ صبا تو گزرے

بزمِ لیلیٰ تو سجائی نہ گئی قیس کے بعد
دشتِ امکاں سے بھی بھٹکے ہوئے آہو گزرے

دن کی تعبیر ملے صبح سے پہلے پہلے
یوں مری خواب سرائے سے کبھی تو گزرے

کیا بتاؤں کہ سرِ چشمِ تماشا کیا ہے؟
کس تلاطم سے مری آنکھ کے آنسو گزرے؟

موج در موج ترا عکس الجھتا دیکھا
کتنے طوفان مرے دل سے لبِ جو گزرے

میرے سلجھے ہوئے جذبوں نے بکھرنا چاہا
جب خیالوں سے وہ الجھے ہوئے گیسو گزرے

مجھ کو بھولے ہوئے رستے کا نشاں یاد رہا
رات کالی تھی مگر آس کے جگنو گزرے

لٹ گئی سانس مری وقت کے ہاتھوں ہمدمؔ
اب کے احساس کے جنگل سے وہ ڈاکو گزرے

☆

کون کس کی سنتا ہے زندگی کی راہوں میں؟
ہوش ہی نہیں رہتا بے خودی کی راہوں میں

زخم زخم سہتا ہوں، پھر بھی مسکراتا ہوں
خار پھول لگتے ہیں، دل لگی کی راہوں میں

پیار کا ہر اک منظر خواب خواب لگتا ہے
آنکھ کھل نہیں سکتی، روشنی کی راہوں میں

جگنوؤں کا موسم ہے، چاند چاند سپنے ہیں
ہر قدم ستارے ہیں، تیرگی کی راہوں میں

ہونٹ ہیں لبِ ساحل پیاس کیوں نہیں بجھتی
دشت دشت دریا ہے تشنگی کی راہوں میں

اب تو دردِ ہجراں میں رات بھی نہیں کٹتی
کاش کھو گئے ہوتے بے کلی کی راہوں میں

منزلوں کے سب رستے خود بخود نکلتے ہیں
ایک موڑ آتا ہے ہر کسی کی راہوں میں

اپنے آپ سے باہر ، اپنے آپ کو دیکھو
اپنا آپ ملتا ہے بے خودی کی راہوں میں

دِل نے پیار پانے کی ایک آرزو کی تھی
سیپ کھل گئے کتنے آگہی کی راہوں میں

بند ہیں مری آنکھیں دیکھ بھی نہیں سکتا
پھول پھر کہاں رکھوں تیرگی کی راہوں میں؟

ہاتھ کی لکیروں سے دھڑکنیں نہیں ملتیں
دل بھی کیا کرے ہمدمؔ؟ بے بسی کی راہوں میں

☆

لو آج ہم نے زمانے سے انحراف کیا
گھڑے گھڑائے فسانے سے انحراف کیا

بدل گیا مرا رستہ سفر تمام ہوا
کبھی جو میں نے ٹھکانے سے انحراف کیا

تمام عمر کٹی ہے اسی مروت میں
کبھی نہ عہد نبھانے سے انحراف کیا

کھڑی ہوئی تھی جو ذہنوں میں سوچ کی دیوار
گرا سکے نہ گرانے سے انحراف کیا

لپٹ گئی مرے ہاتھوں سے پھول کی خوشبو
جو رنگِ برگ چرانے سے انحراف کیا

نظر سے توڑ دیا ہے خمار شیشے کا
کسی پہ سنگ اٹھانے سے انحراف کیا

سیاہ شبوں میں سبھی کے چراغ روشن تھے
ہمیں نے آگ جلانے سے انحراف کیا

بنے ہوئے تھے سبھی لوگ ہی خدا ہمدمؔ
سو ہم نے سر کو جھکانے سے انحراف کیا

☆

ماہی رستہ ڈھونڈ رہا ہے مٹی کا
سوہنی ! تیرے پاس گھڑا ہے مٹی کا

پیار کی بارش من میں دھنستی جاتی ہے
دریا سینہ چیر رہا ہے مٹی کا

کچے گھڑے پر دریا کیسے پار کروں
پانی پر کب زور چلا ہے مٹی کا

شام سویرے جلتا بجھتا رہتا ہے
میرا دل بھی ایک دیا ہے مٹی کا

دھوپ کنارے کچے گھر کے آنگن میں
ایک کھلونا سوکھ رہا ہے مٹی کا

آنکھوں میں تعبیر کا منظر دھندلا ہے
پلکوں پر اک خواب سجا ہے مٹی کا

اب تو سارے سپنے کچے کچے ہیں
اب تو ہر احساس ہوا ہے مٹی کا

مر کر بھی ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے ہمدمؔ
دھرتی سے اپنا رشتہ ہے مٹی کا

(مزدوروں کے نام)

حالات کی بھٹی میں پگھلتا ہی رہا ہے
مزدور پسینے میں ابلتا ہی رہا ہے

دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں اس کو
سونے میں جو مٹی کو بدلتا ہی رہا ہے

جس کھیت کی گندم سے شکم سیر ہوئے ہیں
اس کھیت میں دہقان تو جلتا ہی رہا ہے

مٹتی ہی نہیں پیاس کبھی دارِ چمن کی
مزدور کا دل خون اگلتا ہی رہا ہے

بدلی ہے نہ بدلے گی فقیروں کی امیری
ہر دور میں کشکول مچلتا ہی رہا ہے

دولت کا جنوں ہو کہ غریبی کا ہنر ہو
افلاس کی آغوش میں پلتا ہی رہا ہے

اس کو بھی زمانے میں ترقی کی طلب تھی
وہ وقت کی فٹ پاتھ پہ چلتا ہی رہا ہے

اِک حلقۂ زنجیر ہے یہ تارِ نفس بھی
مجبور رہِ زیست پہ چلتا ہی رہا ہے

غربت کی اسیری سے امیری کے محل تک
ہر دور میں انسان بدلتا ہی رہا ہے

میں ڈوبتا ہوں مگر ناخدا سمندر ہے
خدا کا شکر! مرا حوصلہ سمندر ہے

مجھے بھنور تو ملے ہیں قدم قدم لیکن
میں شاد ہوں کہ مرا راستہ سمندر ہے

ہر ایک شکل کئی خد و خال رکھتی ہے
ہر ایک شخص پسِ آئنہ سمندر ہے

عجیب رنگ سمیٹے بکھر رہا ہے وجود
نوائے گل ہوں مرا سلسلہ سمندر ہے

جہاں کے خاص مناظر ہیں میری آنکھوں میں
مری نظر میں سمٹتا ہوا سمندر ہے

کھڑے ہیں ہجر کے ساحل پہ ایک ساتھ ہمدمؔ
ہمارے بیچ مگر فاصلہ سمندر ہے

☆

میں وقت کے ساحل سے بھنور دیکھ رہا ہوں
کشتی کا مسافر ہوں مگر دور کھڑا ہوں

اِک تو! کہ اجالوں کی ہے تعبیر سراپا!
اک میں! کہ اندھیروں کے تصور میں جیا ہوں

مجھ کو بھی کوئی کچا گھڑا پار لگا دے
میں بھی تو کسی درد کے دریا میں کھڑا ہوں

حالات کے مندر میں بھٹکنے کی گھڑی تھی
جب سورۂ اخلاص پڑھی ہے تو بچا ہوں

یادوں کی اسیری نے مجھے روک رکھا ہے
میں وقت کی آواز پہ پابند ہوا ہوں

کلیوں کی زباں گنگ ہے، کانٹوں پہ خموشی
گلشن کے اجڑنے کا سبب ڈھونڈ رہا ہوں

مجھ کو بھی کسی زہر کا تریاق عطا کر
میں بھی تو کسی شہر کی ناگن کا ڈسا ہوں

احساس کی بارش کہیں برباد نہ کر دے
پھر خواب کے کاغذ کی قبا اوڑھ رہا ہوں

خوشبو کی طرح پھول سے میں دور ہوں ہمدمؔ
پر دیکھ ترے چاند سے چہرے کی ضیا ہوں

☆

میرے ہر خواب دریچے سے گزرنے والا
تو ستارا ہے ہر اک رات اترنے والا

اس تصور سے ہی پتھرانے لگی ہیں آنکھیں
تیرا چہرہ ہے سرِ اشک ابھرنے والا

یاد تیری بھی نہیں چھوڑ کے جانے والی
رنگ میرا بھی نہیں دل سے اترنے والا

میں اسے وقت کی دہلیز پہ چھوڑ آیا ہوں
وہ جو لمحہ تھا مرے پاس سنورنے والا

تجھ سے بچھڑا ہوں تو احساس ہوا ہے مجھ کو
مار دیتا ہے کبھی پیار بھی کرنے والا

تیری تصویر مجسّم ہے جبینِ دل پر
نقش تیرا ہے رگ و پے میں اترنے والا

اب بھی رہتا ہے ترے ساتھ انا کا موسم
اب بھی لہجہ ہے ترا بات نہ کرنے والا

رات ڈھلتی ہے تو خوابوں سے جگا دیتا ہے
یوں بھی کرتا ہے کبھی نیند میں ڈرنے والا

خود بکھرتا ہوں جو تعبیر کروں میں ہمدمؔ
خواب رہتا ہے نگاہوں میں بکھرنے والا

☆

ملیں گے دل کے صحرا میں سراب آہستہ آہستہ
ہٹے گا خواب چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ

عذابِ ہجر کا موسم کسی دن ڈھل ہی جائے گا
کھلیں گے دل کے اندر بھی گلاب آہستہ آہستہ

نگاہوں سے عیاں ہو کر بہت ارمان چھلکیں گے
کھلے گی زندگی کی بھی کتاب آہستہ آہستہ

ہوئی ہے گفتگو اپنی بڑے ہی رکھ رکھاؤ سے
سوال آہستہ آہستہ ! جواب آہستہ آہستہ!

لبوں پہ رکھ کے انگلی وہ بلائیں گے سرِ محفل
کریں گے پھر نگاہوں سے خطاب آہستہ آہستہ

ابھی تو بے تکلف مرحلے بھی آنے والے ہیں
کھلیں گے ایک دن مجھ سے جناب آہستہ آہستہ

ہماری بندگی کو تو تمہارا پیار کافی ہے
کمائیں گے محبت میں ثواب آہستہ آہستہ

کوئی بھی یاد ہو ہمدمؔ، یونہی ہنس کر گزر جائے
ملن ہو یا جدائی کا عذاب آہستہ آہستہ

☆

موج در موج ہر اک خواب بکھر سکتا ہے
پیار دریا ہے کسی روز اتر سکتا ہے

چوٹ جو دل پہ لگی ہے تو مداوا کیا ہو؟
زخم تو زخم ہے مرہم ہی سے بھر سکتا ہے

بند کر دو کسی مجبور تمنّا کے در
جانے والا اسی رستے سے گزر سکتا ہے

بے وفا ہے وہ کسی روز چلا جائے گا
دل جو زندہ ہے کسی وقت بھی مر سکتا ہے

سچ کی آنکھوں سے کوئی آنکھ ملائے کیسے؟
اپنے اندر کوئی جھانکے بھی تو ڈر سکتا ہے

خود پہ چھائے ہوئے احساس پہ جینا سیکھو
ورنہ یہ پھول کسی روز بکھر سکتا ہے

وقت کا ہاتھ مقدر کا سہارا لے کر
پنکھ پرواز سے پہلے ہی کتر سکتا ہے

ایک موہوم سی امید دبی ہے دل میں
اِک ستارا ہے، سرِ دشت ابھر سکتا ہے

میں نے الجھے ہوئے کچھ خواب سمیٹے ایسے
آئینہ دیکھ کے اب مجھ کو سنور سکتا ہے

اپنی چاہت پہ بھروسہ نہیں ورنہ ہمدمؔ
پیار مجھ سے تو کوئی شخص بھی کر سکتا ہے

☆

نظر سے چاند ستارے گزاریے صاحب!
کبھی تو خواب کنارے اتاریے صاحب!

انا کے سنگ سے ہم ٹوٹنے لگے ہیں بہت
یہ بوجھ دل سے ہمارے سہاریے صاحب!

جہاں پہ جان کی بازی لگانا پڑتی ہے
وہیں پہ جیت کے ہارے جواریے صاحب!

محبتوں کے سوالی ہیں ہم گدایانہ
کھڑے ہیں دل کے دوارے، پکاریے صاحب!

مجھے زمین پہ کرنی ہے آسماں کی سیر
فلک سے خاص نظارے، اتاریے صاحب!

نصیب کیجیے خوشبو فگار کانٹوں کو
ابھی ہیں پھول شرارے، نکھاریے صاحب!

بھٹک رہے ہیں سرابوں کی ایک جنت میں
یہ خاک زاد بچارے، سدھاریے صاحب!

مرے وطن کی ضرورت ہے منصفانہ نظام
بگڑ گئے ہیں ادارے، سنواریے صاحب!

ذرا سی دیر ہے بس قید سے رہا ہوں گے
قفس میں عشق کے مارے، نہ ماریے صاحب!

کہاں تلک دلِ ہمدمؔ سنوار پاؤ گے
ہیں مدتوں کے خسارے، اشاریے صاحب!

☆

نئے مزاج کے لوگوں میں چلنا پڑتا ہے
ہمیں بھی وقت کے سانچے میں ڈھلنا پڑتا ہے

خودی کا دیس نہیں ہے خیال کی دنیا
حدودِ ذات سے آخر نکلنا پڑتا ہے

فقط زبان سے مٹتا نہیں ہے نقشِ کہن
زمانہ جان کے بدلے بدلنا پڑتا ہے

روش روش پہ کئی ٹھوکریں پڑی ہوئی ہیں
قدم قدم پہ دوبارہ سنبھلنا پڑتا ہے

دکھانا پڑتا ہے رستہ بھی آندھیوں کو دوست
ہوا کے رخ پہ چراغوں کو جلنا پڑتا ہے

حقیقتوں پہ بھی کم کم یقین آتا ہے
شبِ وصال بھی آنکھوں کو ملنا پڑتا ہے

جوان ہو کے وہی عادتیں ہیں بچوں سی
ذرا ذرا سی خوشی پر مچلنا پڑتا ہے

حصولِ رزق نے مجبور کر دیا اتنا
انگور کھٹے ہیں لیکن اچھلنا پڑتا ہے

عجیب رسمِ سخن ہے کہ جھوٹ ہی بولیں
یہاں تو سچ بھی مذاقاً اگلنا پڑتا ہے

زمین دیتی نہیں ہے رہائی یوں ہمدمؔ
برنگِ چشمۂ آتش ابلنا پڑتا ہے

☆

پہلو میں کوئی شور سنائی نہیں دیتا
وہ درد ہے دل میں کہ سجھائی نہیں دیتا

ہر بار شبِ ہجر شبِ وصل ہوئی ہے
وہ دور سہی پھر بھی جدائی نہیں دیتا

میں عشق میں ہوں قید کہ جو دامِ قفس کو
یادوں کی اسیری سے رہائی نہیں دیتا

جب سے کسی کنگن نے اسے زخم دیا ہے
ہاتھوں میں کسی کے وہ کلائی نہیں دیتا

جس شخص نے سو بار مجھے قتل کیا ہے
منصف ہے مگر میری صفائی نہیں دیتا

اخلاص کی تاثیر مگر بانٹ رہا ہوں
حالانکہ کہیں پیار دکھائی نہیں دیتا

دل حد سے گزرتا ہے نہ پندارِ خودی ہے
صد شکر خدا اپنی خدائی نہیں دیتا

حالات کے داؤ پہ مری جان ہے ہمدمؔ
کیوں وقت مجھے سچّی کمائی نہیں دیتا

☆

پہلے پہلے پیار کا موسم خواب ہوا
تم سے ملنا جلنا ہمدم خواب ہوا

دھڑکن دھڑکن ایک دھندلکا چھایا ہے
دل پر ایک خودی کا عالم خواب ہوا

تارا تارا دردِ ہجراں جاگے گا
چاند کا چہرہ پونم پونم خواب ہوا

خواب ہوئیں تعبیریں سندر سپنوں کی
سپنا سپنا پرنم پرنم خواب ہوا

لاکھ قبائیں دامن دامن چاک ہوئیں
ایک لباسِ الفت ہی کم خواب ہوا

ہلکی سی مسکان ملی دکھ بھول گئے
سچّی خوشیوں سے میرا غم خواب ہوا

اپنے بیچ کنارے بڑھتے جاتے ہیں
دریا سے دریا کا سنگم خواب ہوا

اب تو آنکھیں منظر منظر بدلیں گی
اب تو ہمدمؔ دل کا موسم خواب ہوا

☆

پھول کھلتے ہیں فضاؤں میں کھنک آتی ہے
تیرے لہجے سے محبت کی مہک آتی ہے

چاند چہرہ تری آنکھوں سے جلا پاتا ہے
تجھ کو دیکھیں تو ستاروں میں چمک آتی ہے

اَدھ کھلے پھول بھی رکھتے ہیں صبا سے رشتہ
جس کو چھو لے اسی غنچے میں چٹک آتی ہے

جس کے دامن میں ترے پیار کی خوشبو آئے
دل کی دھڑکن میں وہی سانس دھڑک آتی ہے

جب بھی ٹکراتی ہیں زلفیں ترے رخسار کے ساتھ
تیرے چہرے پہ کوئی شام ڈھلک آتی ہے

عشق میلے میں کوئی ناچ رہا ہے اب تک
دور تک ڈھول کے بجنے کی دھمک آتی ہے

میں جیسے چھوڑ کے بوتل میں چلا آتا ہوں
ساری مستی تری آنکھوں میں چھلک آتی ہے

دِل کی دھڑکن سے نکلتی ہے جو سپنا بن کر
تیری آنکھوں میں وہی خاص جھلک آتی ہے

سیدھا سادا ہے محبت کا یہ رستہ ہمدمؔ
دل سے بس دل کو یہی ایک سڑک آتی ہے

یاد آتی ہے تری اور بھی کھل کر ہمدمؔ
جیسے برسات کے چہرے پہ دھنک آتی ہے

☆

پھولوں سے گلدان سجا کر آنگن میں رکھ دیتی ہے
مٹی کے کچھ خاص کھلونے ساون میں رکھ دیتی ہے

وہ بھی اپنی مٹی میں کچھ بیج اگانا چاہے تو
خوابوں کے کچھ گملے دل کے گلشن میں رکھ دیتی ہے

اب بھی اس کو کانچ کھلونے اچھے لگتے ہیں
جیسے کوئی گڑیا اپنے بچپن میں رکھ دیتی ہے

اس کو دل میں گھر کرنے کا ایک ہنر ہی آتا ہے
وہ تو اپنے پیار کا جذبہ دشمن میں رکھ دیتی ہے

کچھ سپنے دکھلا دیتی ہے اپنے اجلے آنچل سے
چاہت کے کچھ خاص مناظر چلمن میں رکھ دیتی ہے

مہندی کی خوشبو میں بسا کر رکھتی ہے وہ پیار مرا
میری چاہت اپنے دل کی دھڑکن میں رکھ دیتی ہے

اس کے شہر میں ہر اک شادی اس کے دم سے سجتی ہے
وہ بھی اپنے دل کے ارماں دلہن میں رکھ دیتی ہے

جب سے وہ ہم راز ہوئی ہے گنجل گنجل سپنوں کی
کچھ باتیں سلجھاتی ہے، کچھ الجھن میں رکھ دیتی ہے

اپنے حصے کی خوشیاں بھی میرے نام پہ کرتی ہے
میرے حصے کے آنسو بھی دامن میں رکھ دیتی ہے

ہمدمؔ وہ اک عام سی لڑکی پیار میں کتنی پاگل ہے
کچے کچے خواب سجا کر جیون میں رکھ دیتی ہے

☆

پیار میں جدائی کا زخم سہنا ہے
پاس پاس رہ کر بھی دور دور رہنا ہے

میری دشت آنکھوں میں صرف تیرا چہرہ ہے
اور تیرے ماتھے پر حسرتوں کا گہنا ہے

چاندنی کی چادر سے دھوپ کی قباؤں تک
میں نے تیری چاہت میں ہر لباس پہنا ہے

میں نے اپنے خوابوں کی کشتیاں جلا دی ہیں
اب تو دل کے دریا پر بے کنار بہنا ہے

ایک راہ تم دیکھو! ایک راہ میں دیکھوں
ہجر کے مسافر ہیں مل کے درد سہنا ہے

بے خلوص لمحوں کا بوجھ کیوں اٹھائیں ہم
ہم نے تو محبت کی سرزمیں پہ رہنا ہے

دل پہ ہاتھ رکھا ہے پھر اداس موسم نے
آج پھر ہواؤں سے دل کا حال کہنا ہے

ہم بھی دو کنارے ہیں عشق میں مگر ہمدمؔ
تیسرے کنارے تک ساتھ ساتھ رہنا ہے

☆

راز کی بات بتاتے ہوئے ڈر لگتا ہے
حالِ دل تجھ کو سناتے ہوئے ڈر لگتا ہے

میں نے ہر سانس فقط تجھ سے محبت کی ہے
خود کو احساس دلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

میں نے ''مس کال'' کی گھنٹی سے پکارا تجھ کو
فون پر تجھ کو بلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

صحنِ گلشن میں نئے پھول کھلے ہیں لیکن
دل کا گلدان سجاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

ٹوٹ جائیں نہ مرے خواب اجالا پا کر
رات بھر خود کو جگاتے ہوئے ڈر لگتا ہے

تجھ پہ کھلتا ہی نہیں ہے مرا دیوانہ پن
چپ کی دیوار گراتے ہوئے ڈر لگتا ہے

میں ترے پیار کی خوشبو میں بسا ہوں ہمدمؔ
ہاں مگر سامنے آتے ہوئے ڈر لگتا ہے

☆

روہی ہے فصلِ گل خوشبو بکھر جانے کے بعد
کون کلیوں کو چنے گا رنگ بھر جانے کے بعد

کون چاہے گا کسی کو جانِ جاں میری طرح
لوگ ترسیں گے وفا کو میرے مر جانے کے بعد

ہر نظر میں منتظر ہیں ہجر کی تنہائیاں
اور ہے آنکھوں کا عالم شب گزر جانے کے بعد

مجھ سے میری زندگی کی داستاں مت پوچھنا
کوئی سمٹا ہے بھلا ایسے بکھر جانے کے بعد

چشمِ تر کے آئنے میں عکس تیرا اب بھی ہے
شبنمی سی چاندنی ہے چاند گھر جانے کے بعد

دستِ دل سلجھا رہا ہے گیسوئے دوراں مگر
تیری زلفیں کیوں پریشاں ہیں بکھر جانے کے بعد

اب کوئی موجِ تمنّا دل کو گرماتی نہیں
دھڑکنیں خاموش ہیں طوفاں اتر جانے کے بعد

ڈر رہا ہوں گھر نہ جاؤں خواہشوں کے جال میں
وقت پھر الجھا رہا ہے یوں سنور جانے کے بعد

عشق ہمدمؔ بند گلیوں میں سفر کا نام ہے
لوٹ کر آتا نہیں کوئی ادھر جانے کے بعد

☆

صبا چلی تو بدن سے لپٹ گئی خوشبو
پون پون میں سما کر سمٹ گئی خوشبو

عجب سزا ہے محبت میں قیدِ سوزِ نہاں
قبا کھلی ہے تو پھولوں سے کٹ گئی خوشبو

ہر ایک بام پہ اڑتی ہیں تتلیاں دیکھو
نجانے کتنے دریچوں میں بٹ گئی خوشبو

کھلی کتاب میں دیکھی جو خشک ٹہنی سی
کسی کی یاد دلا کر پلٹ گئی خوشبو

کلی کلی کا کلیجہ پھٹا ہوا ہے مگر
نکل کے پھول سے دل میں سمٹ گئی خوشبو

کھلے ہوئے تھے چمن میں تو پھول تازہ تھے
وفا کی میز پہ آئے تو گھٹ گئی خوشبو

فراق رت میں دیا ہے وصال کا موسم
خزاں کے سامنے آتے ہی ڈٹ گئی خوشبو

مرا خلوص فقط چائے کی پیالی تھا
پھر اس کے بعد محبت میں بٹ گئی خوشبو

ہوا کے ہاتھ سے گلدان کیا گرا ہمدمؔ
ہر ایک پھول کی دھڑکن سے گھٹ گئی خوشبو

☆

سفید چاند پہ کھلتا ہوا ستارا ہے
ہری زمیں پہ خدا نے جسے اتارا ہے

چھپی ہوئی مری منزل ہے موجِ دریا میں
بھنور بھنور سے عیاں تیرا کنارا ہے

کوئی تو ہے جو مری زندگی کا محور ہے
کوئی تو ہے جو مجھے ہر کسی سے پیارا ہے

وفا کی دھوپ میں دل کا سرور کیا کہیے!
ہوا کے دوش پہ اڑتا ہوا غبارا ہے

ہمیں نے وقت کی رفتار کو کیا بوجھل
زمیں پہ بوجھ ہے جتنا فقط ہمارا ہے

لبوں پہ چھینک ! تو دھڑکن میں بے قراری ہے
خلوصِ دل سے کسی نے مجھے پکارا ہے

کسی بھنور کی خبر ہے نہ راستے کا پتا!
میں جانتا ہوں سمندر مرا کنارا ہے

سلگ رہی ہے ابھی تک مرے کھنڈر میں راکھ
کہیں پہ بجھتا دیا ہے، کہیں شرارہ ہے

سکون بخش ہے کتنا وصال کا موسم
پون پون میں گھلا ایک ماہ پارہ ہے

مرا فسانۂ دل ہے غزل غزل ہمدمؔ
کہ حرف حرف محبت کا استعارا ہے

☆

شہرِ انا میں پیار کا موسم نہیں رہا
اب دل پہ اعتبار کا موسم نہیں رہا

دل محوِ خواب کیا ہوا ، سپنے سحر ہوئے
آنکھوں میں انتظار کا موسم نہیں رہا

دنیا کے حادثات نے آزاد کر دیا
دل پر ترے حصار کا موسم نہیں رہا

سب کچھ وہی ہے، وقت بھی، آنکھیں بھی، خواب بھی
ہاں! تیرے میرے پیار کا موسم نہیں رہا

پرکھا ! کہ لوگ قید سے پہلے ہی مر گئے
دیکھا ! کہ طوق و دار کا موسم نہیں رہا

احساس کے درخت پہ سوکھی ہیں کونپلیں
اب دل پہ برگ و بار کا موسم نہیں رہا

دستِ صبا سے چھن گئی خوشبو بہار کی
موسم پہ اختیار کا موسم نہیں رہا

میں نے کہا کہ جیت کے جاتے ہو تم کہاں؟
اس نے کہا کہ ہار کا موسم نہیں رہا

تازہ ہوا کی لہر ہے ہمدمؔ لٹی لٹی
شاید کہیں بہار کا موسم نہیں رہا

☆

سخن تراش لبوں کو جو تالے لگ گئے ہیں
سو فکرِ نو کے دریچے پہ جالے لگ گئے ہیں

سفر کی رات بھی اب جاگتے ہی گزرے گی
ہماری آنکھ میں کل کے اجالے لگ گئے ہیں

امیرِ شہر نے جب سے دکاں بڑھائی ہے
گلی گلی میں دکانوں کو تالے لگ گئے ہیں

خلوصِ دل سے چلا ہے جو راہبر ہو کر
اسی کے ساتھ محبت میں جیالے لگ گئے

مجھے بھی رزق ملا ہے کسی وسیلے سے
کسی کے ساتھ مرے بھی نوالے لگ گئے ہیں

گھرے ہوئے ہیں ازل سے ہی دشمنوں میں ہم
خطا جو تیر ہوئے بھی تو بھالے لگ گئے ہیں

جو بولتا نہیں ظالم کے سامنے کوئی
ہر اک زبان پہ لگتا ہے تالے لگ گئے ہیں

بدل دیے گئے چہرے مفاد کی خاطر
ذرا سی بات تھی لیکن مسالے لگ گئے ہیں

ہماری آنکھ سے اوجھل کوئی نہیں ہمدمؔ
ہمارے ہاتھ سبھی کے حوالے لگ گئے ہیں

☆

تاروں بھری پرات میں جگنو چمک رہا
ننھا سا اک چراغ تھا ہر سو دمک رہا

صدیوں کے اضطراب کا منظر لیے ہوئے
ٹھہرا نگاہِ ناز میں آنسو چھلک رہا

خوشبو بدن گلاب سا دھڑکن پہ چھا گیا
دِل پر ترے حصار کا گیسو مہک رہا

گلشن کو آگ لگ گئی کس کی زبان سے
بیٹھا ہے شاخ شاخ پہ الّو مٹک رہا

ہر قہقہے کی موج میں غم ہے چھپا ہوا
خوشیوں کی داستاں نہیں! گھنگھرو چھنک رہا

دشتِ وفا کی ریت پہ کیسا سراب تھا
اب تک ہے میری سوچ کا آہو بھٹک رہا

پھولوں کی پتیوں سے مری دوستی رہی
رشتہ خیال و خواب کا خوشبو تلک رہا

اب کے ملے تو وصل کا لہجہ بھی سرد تھا
کروٹ بدل بدل کے بھی پہلو خنک رہا

تریاق ہو سکا نہ محبت کے زہر کا
ہر پل مرے وجود پہ بچّھو کا ڈنک رہا

دِل پر کھلا عجیب سا آہنگِ خسروی
سوزِ دروں کے ساز پہ لیہو لہک رہا

کتنا حسیں لباس ہے دھرتی کے جسم پر
گوری کے انگ انگ پہ پلّو ڈھلک رہا

اتنے حسین شعر کی صورت کوئی تو ہے
ہمدؔم غزل گلاب ہے خوشبو جھلک رہا

☆

ٹوٹا پھوٹا ریت گھروندا کافی ہے
مجھ کو اپنا خواب دریچہ کافی ہے

آج کے دور میں جوئے شیر سے کیا لینا
سب کو پیار کا بہتا دریا کافی ہے

جھوٹی ہو تو لاکھ تسلّی تھوڑی ہے
سچّا ہو تو ایک دلاسا کافی ہے

وقت پڑا تو میرے کام بھی آئے گا
میری جیب میں کھوٹا سکّہ کافی ہے

دھوپ کے ڈھلتے ہی واپس آجاتا ہے
آگے پیچھے چلتا سایا کافی ہے

وقت کے ہاتھوں کتنے دھکے لگتے ہیں
لیکن تیرا ایک سہارا کافی ہے

پتھر لوگو ! پتھر دل کی بات کرو
کانچ کے گھر میں کانچ کی گڑیا کافی ہے

جانِ ہمدمؔ اپنی پریم کہانی میں
حسن کی رانی، عشق کا راجا کافی ہے

☆

تیری نسبت خواب سے رشتہ امر ہونے کو ہے
اک ستارہ ہے کہ جو نورِ نظر ہونے کو ہے

اس قدر بڑھنے لگی ہے وحشتِ جوشِ جنوں
شہر جنگل، اشک دریا، دشت گھر ہونے کو ہے

ملگجی سی روشنی ہے تیرے میرے درمیاں
آئنے کا چاند بھی رشکِ قمر ہونے کو ہے

آسماں کی وسعتوں میں حسن لامحدود ہے
عشق کا پنچھی مگر بے بال و پر ہونے کو ہے

آسماں تو آسماں اب کے زمیں ناراض ہے
نخلِ سایہ دار بھی اب بے ثمر ہونے کو ہے

تیری آنکھیں کر رہی ہیں شاعرانہ گفتگو
تیرا شاعر تیرے آگے بے ہنر ہونے کو ہے

پھول چننا ہیں ابھی دورِ خزاں کے واسطے
خارزارِ موسمِ گل رہ گزر ہونے کو ہے

جل رہی ہیں بیچ دریا کیوں ہماری کشتیاں
کیوں ہمارا قافلہ زیر و زبر ہونے کو ہے

دامنِ صد چاک ہے ہائے مری آوارگی
اب کے سارا شہر میرا ہم سفر ہونے کو ہے

آ رہی ہے جانِ ہمدمؔ عید ملنے کے لیے
زندگی دو چار دن اچھی گزر ہونے کو ہے

☆

تجھ کو ڈھونڈیں گے ستاروں میں سفر سے پہلے
ہم بھی دیکھیں گے ترے خواب سحر سے پہلے

تجھ کو دیکھا تو مجھے خواب سا محسوس ہوا
تجھ کو دیکھا ہے کہیں خاص نظر سے پہلے

کس طرح پیار کے دشوار سفر پر نکلوں؟
اب کے سائے بھی نہیں دھوپ نگر سے پہلے

دل کی پتوار! دعاؤں کا سہارا دینا
ڈوب جائے نہ مری ناؤ بھنور سے پہلے

کس کی پلکوں نے مرے خواب کو پابند کیا؟
کس کی آنکھوں میں ہوئی شام سحر سے پہلے؟

جانے کیا رنگ دکھائے گا بہاروں کا خراج؟
پیڑ کٹتے ہیں سرِ عام ثمر سے پہلے

دل کے آنگن میں پنپتی ہے جدائی کی جڑ
گھر میں دیوار سی بنتی ہے ادھر سے پہلے

اتنی طاقت ہے کہاں تیری نظر تک پہنچیں
ساقیا جام پلا ایک نظر سے پہلے

اب تو ٹوٹی ہوئی سانسیں بھی قفس ہیں ہمدمؔ
میری پرواز تھی سرخاب کے پر سے پہلے

☆

وفا کے لہجے سے پیار بن کر جھلک رہی ہے
مری محبت ہر ایک دل میں دھڑک رہی ہے

میں پھول بن کر ہر ایک احساس میں کھلا ہوں
ہر ایک دھڑکن سے میری خوشبو مہک رہی ہے

کسی کی پلکوں نے خواب میرے چرا لیے ہیں
کسی کی آنکھوں سے نیند میری چھلک رہی ہے

میں گیت بن کر کسی کے ہونٹوں پہ آ گیا ہوں
ہر ایک سر میں غزل کی جھانجھر چھنک رہی ہو

ہوا نے اب کے عجیب کنگن پہن لیا ہے
ہر ایک جھونکے سے دل کی چوڑی کھنک رہی ہے

گلاب کلیوں پہ میرے ہونٹوں کی سرخیاں ہیں
صبا کے ماتھے پہ میری چاہت چمک رہی ہے

پون پون میں حسین چہرہ بسا ہوا ہے
کلی کلی پر حیا کی تتلی تھرک رہی ہے

جہانِ حسن و جمال ہمدمؔ عجیب شے ہے
ہر ایک منظر پہ آنکھ میری لپک رہی ہے

اُداس آنکھوں میں خواب سارے عذاب سے ہیں
مرے خیالوں میں خواہشوں کے سراب سے ہیں

فراق سانسوں میں وصل خوشبو رچی ہوئی ہے
تری جدائی کے زخم سارے گلاب سے ہیں

مجھے بھی دیکھو کہ میں محبت کا آئنہ ہوں!
مری نظر میں تمام چہرے کتاب سے ہیں

نظر نظر میں اداسیوں کی فضا بسی ہے
اسیر پلکوں پہ رتجگوں کے سحاب سے ہیں

نقاب اٹھاؤ کہ مسکرا کر بہار آئے
قبائے گل میں نہاں تمہارے حجاب سے ہیں

وفا کنارے سے پار کچا گھڑا نہ ہو گا
کہ میرے ہمدمؔ تمام دریا چناب سے ہیں

☆

عروجِ عشق موجِ آتشیں پر تھا
مرا اگلا قدم دل کی زمیں پر تھا

کلی سے موجۂ گل کی جدائی تھی
بچھڑتے وقت بوسہ اس جبیں پر تھا

مرا ویران گھر آباد کیسے ہو
مکاں آباد رکھنا تو مکیں پر تھا

انا کے موڑ پر آخر بچھڑنا تھا
مرا انکار بھی اس کی نہیں پر تھا

بھٹک جاتے تھے ہم جس راہ پر اکثر
سرِ منزل کنارا بھی وہیں پر تھا

یہ اپنی سادگی کہ زخم کھا کھا کر
بھروسہ پھر بھی مارِ آستیں پر تھا

کیا تھا خود جسے زیبِ کماں میں نے
چلا وہ تیر تو میری کمیں پر تھا

شکستِ عہد پر اب تک میں حیراں ہوں
نجانے یہ تعلق کس یقیں پر تھا

مری پرواز اونچی تھی مگر ہمدمؔ
مرے ہر خواب کا پرتو زمیں پر تھا

☆

اس شہرِ بے چراغ میں جلنا پڑا مجھے
تنہا اندھیری رات میں چلنا پڑا مجھے

پہلے پہل تو ذہن میں دیوار سی بنی
پھر یوں ہوا کہ گھر ہی بدلنا پڑا مجھے

دشتِ وفا کے مسئلے آسان تو نہ تھے
ہر روز پل صراط پہ چلنا پڑا مجھے

پتھر مرا جنوں کبھی کم تر نہ کر سکے
ہر بار چوٹ کھا کے سنبھلنا پڑا مجھے

صحنِ چمن سنوارنا مشکل نہ تھا مگر
کانٹوں پہ ننگے پاؤں بھی چلنا پڑا مجھے

مجبوریوں کے طوق میں جکڑے ہوئے تھے لوگ
تنہا ہی سوئے دار نکلنا پڑا مجھے

بجھتے دیے کی لو بھی تو مجھ کو عزیز تھی
ہمدمؔ ہوا کے دوش پہ چلنا پڑا مجھے

☆

اس وقت کے انساں نے کیا اسم پڑھا ہو گا
جب پہلے پہل پانی آئینہ بنا ہو گا

چاہت کے فسانے میں کچھ خاص ہوا ہو گا
کچھ دل نے کہا ہو گا، کچھ دل نے سنا ہو گا

احساس کے پھولوں سے ناگن سی لپٹتی ہے
لگتا ہے کہ خوشبو میں کچھ زہر گھلا ہو گا

پلکوں کی منڈیروں پر پھر خون کے آنسو ہیں
اِک پھول کی خواہش میں کانٹوں کو چھوا ہو گا

دنیا کی محبت سے تم بچ کے گزر جانا
ہر موڑ پہ خواہش کا اک دیپ جلا ہو گا

کیوں سنگ تراشوں کی تقدیر بدل سکتی
حالات کے منظر پر پتھر کا خدا ہو گا

پھر کون محبت میں امکان سے بڑھ سکتا
وہ قیس تو صحرا میں تنہا ہی کھڑا ہو گا

ہم اہلِ جنوں ٹھہرے دریا بھی جلا دیں گے
طوفان سے بڑھ کر بھی اک حشر بپا ہو گا

یوں ہی تو نہیں بنتیں آنگن میں یہ دیواریں
تقسیم سے پہلے دل تقسیم ہوا ہو گا

خوشبو سے سجا رکھنا تم اپنی سماعت کو
سنتے ہیں کہ محفل میں وہ نغمہ سرا ہو گا

کرنوں کے تبسّم سے جب آنکھ کھلی ہو گی
خوابوں کی ہتھیلی پر اک چاند دھرا ہو گا

اس شعر کے کیا کہنے ! جو جانِ غزل ٹھہرا
وہ شعر بھی ہمدؔم نے غالب سے لیا ہوگا

☆

اتر سکا نہ محبت میں رنگ ایسا تھا
کسی کا پیار مرے دل کے سنگ ایسا تھا

کٹے ہوئے تھے مرے پر مگر میں اڑتا تھا
وفا کے دوش پہ میں بھی پتنگ ایسا تھا

اسے پلٹ کے جو دیکھا تو ہو گیا پتھر
وہ آئنہ مری صورت پہ دنگ ایسا تھا

پلٹ کے شہرِ وفا سے نہ آ سکا کوئی
کہ دور ''تخت ہزارہ'' سے ''جھنگ'' ایسا تھا

سما سکی کوئی نفرت نہ میرے دامن میں
مرا لباس محبت میں تنگ ایسا تھا

الجھ الجھ کے میں سلجھا مگر سدھر نہ سکا
کہ زندگی میں سنورنے کا ڈھنگ ایسا تھا

دھمال رُت کے ترنّم پہ جھوم جھوم اٹھا
کسی کے پیار میں ہمدؔم ملنگ ایسا تھا

☆

وہ رتجگا ہے جو نیند میری خراب کر دے
نجانے کیا ہو کہ خواب سارے عذاب کر دے

میں اس کی راہوں میں اپنی پلکیں بچھا رہا ہوں
جو پاؤں رکھے تو خار سارے گلاب کر دے

تمام آنکھیں اسی کی خاطر مچل رہی ہیں
اسے کہو کہ وہ آئینہ بے نقاب کر دے

مری طلب ہے بلندیوں پر وہ اک ستارہ
جو ایک ذرّے کی روشنی آفتاب کر دے

میں ایک قطرہ! مجھے سمندر کا دل بہت ہے
دوام چاہوں تو میری ہستی حباب کر دے

کبھی تو حسنِ خیال ایسا کمال بھی ہو
کہ تیرگی میں بھی چاندنی ماہتاب کر دے

سکون ایسا کہ سرد آہوں سے کانپ اٹھوں
وہ درد ہے کہ مرا کلیجہ کباب کر دے

وہ جس پہ مصرعہ تراش کر شعر سوچتا ہوں
غزل غزل انتساب کر دے، کتاب کر دے

وفا کنارے کوئی تو آئے کہ ایک سوہنی
محبتوں کے تمام دریا چناب کر دے

بہت سجاؤ نہ اپنی آنکھوں میں خواب ہمدمؔ
نظر کا کیا ہے کہ دشت سارا سراب کر دے

☆

زمیں کے چاک میں گم ہوں، گڑا ہوا تو نہیں
کفِ حیات سے باہر پڑا ہوا تو نہیں

مجھے تراش رہا ہے خیال کا آزر
میں کوزہ گر ہوں مگر یوں گھڑا ہوا تو نہیں

میں جس کو چاند کی صورت گمان کرتا ہوں
فلک پہ کوئی نگینہ جڑا ہوا تو نہیں

ترے وجود کو تکتا ہوں اس نظر کے ساتھ
کہ آئینہ مرے آگے کھڑا ہوا تو نہیں

نجانے کیوں مجھے بونے دکھائی دیتے ہیں
میں اپنے قد سے زیادہ بڑا ہوا تو نہیں

ثمر کے بوجھ سے سجدے میں جھک رہا ہے شجر
انا پرست ہے لیکن اڑا ہوا تو نہیں

مرے نصیب میں لکھا ہے سرخ رو ہونا
میں ہر محاذ پہ ہمدمؔ لڑا ہوا تو نہیں

☆

ضروری تو نہیں تارے نکل آئیں سحر کے لیے
تری اک یاد کافی ہے مجھے زادِ سفر کے لیے

یہ کیا کہ غم بھی شعلے کی طرح مجھ سے لپٹتا ہے
وفا کی دھوپ کیا کم ہے محبت کے شجر کے لیے

ہمیں بھی گردشِ دوراں کنارے تک تو لائے گی
چلے ہیں کشتیاں لے کر سمندر میں بھنور کے لیے

کوئی صورت تری صورت سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی
ہزاروں پھول کھلتے ہیں مگر حسنِ نظر کے لیے

ہماری زندگی شطرنج کی بازی پہ چلتی ہے
ہم اپنے گھر سے نکلے ہیں مگر اک اور گھر کے لیے

بھروسہ اپنے سائے پر مجھے کرنا نہیں آتا
میں اپنے آپ سے ڈرتا رہا ہوں ایک ڈر کے لیے

کہ اب تو دامنِ صد چاک سر پر اوڑھ رکھنا ہے
ملا ہے سائباں ہمدمؔ یہی سورج نگر کے لیے

☆

زندگی ہے کہ خواب نگری ہے
ہر طرف اک سراب نگری ہے

میری سوہنی وفا کی بات نہ کر
ساری دنیا چناب نگری ہے

چل رہا ہوں میں خارزاروں پر
میری منزل گلاب نگری ہے

آئینے کی طرح ہے ہر چہرہ
جس کو دیکھو کتاب نگری ہے

کون تکتا ہے ملگجے تارے
یہ جہاں آفتاب نگری ہے

جی رہا ہوں غلام گردش میں
شہر سارا نواب نگری ہے

سات پردوں میں چھپ گیا انسان
کیا عجب سی حجاب نگری ہے

کیا ستم ہے کہ آج کی دنیا
ہر کسی پر عذاب نگری ہے

دِل لگی میں نہ بھولنا ہمدمؔ
دل کی نگری خراب نگری ہے

☆

ہوا کے دوش پہ بوسہ اچھال دیتا ہے
وہ میرے پیار کی حسرت نکال دیتا ہے

وہ آئینہ ہے مگر آئینہ نما ہوں میں
وہ میری سوچ کو اپنا خیال دیتا ہے

اسی کا روپ کئی زاویوں سے ملتا ہے
وہ اپنے آپ ہی اپنی مثال دیتا ہے

کوئی تو ہے جو مرا ناخدا نہیں لیکن
بھنور میں ڈولتی کشتی سنبھال دیتا ہے

یہی کمال مرے ایک باکمال کا ہے
کوئی کمال بھی دے تو کمال دیتا ہے

لگا ہے جب سے کسی بے وفا کے دھیان میں دل
وفا کی بات سلیقے سے ٹال دیتا ہے

مرے خیال کا محور ہے پانچواں موسم
سبھی رتوں کو محبت میں ڈھال دیتا ہے

مرے وجود سے ملتی ہے روشنی سب کو
مرا چراغ دلوں کو اجال دیتا ہے

وہ جاگتی ہوئی راتوں کا چاند ہے ہمدمؔ
کرن کرن مرے سپنے اجال دیتا ہے



شاعر کی مزید کتب

موجِ کرم
(حمد و نعت)

پانچواں موسم
(غزلیات)

آئینہ سچ بولتا ہے
(غزلیات)

موج غزل
(طرحی غزلیات)

محبت کی زباں
(طرحی غزلیات)

دھوپ کی دیوار
(طرحی غزلیات)

چراغِ فکر
(طرحی غزلیات)

جہانِ خواب
(طرحی غزلیات)

چشمِ تماشا
(طرحی غزلیات)

سراب سے آگے
(طرحی غزلیات)

تیرے کنارے پر
(طرحی غزلیات)

نمودِ سحر
(طرحی غزلیات)

آدھا سفر
(طرحی غزلیات)

دم
(منتخب دیوان)

آخری چراغ
(غزلیات)

طرحی غزلیات
(زیرِ طبع)

مکتبہ ارمغانِ ابتسام

https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com